بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تصنیف لطیف
شیخ الحدیث والتفسیر حضرت العلامہ الحافظ
مولانا المفتی ابوالصالح محمد فیض احمد صاحب
اویسی مہتمم مدرسہ عربیہ جامعہ اویسیہ رضویہ
ملتان روڈ بہاولپور

القول الجلی فی مسلک شاہ ولی

ناشر
مکتبہ اویسیہ رضویہ ملتان روڈ بہاولپور

ناظم اعلیٰ مکتبہ ہٰذا محمد صالح اویسی ابن حضرت مولانا ابوالصالح حافظ فیض احمد صاحب اویسی

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ کا نسب تیس واسطوں سے حضرت عمر فاروق خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے[1] - آپ کا نام احمد ہے۔ عوام کے قلوب پر عقیدت کے غلبہ نے آپ کو ولی اللہ کے نام سے مشہور کر دیا[2] اب اسی نام سے عوام و خواص آپ کو جانتے ہیں۔ ۴ شوال ۱۱۱۴ھ / ۱۷۰۳ء دہلی میں پیدا ہوئے[3]۔ تخمیناً محمد بن عبدالوہاب نجدی سے نو ماہ بڑے تھے۔ اس کی پیدائش بقول احمد میاں دیوبندی ۱۱۱۵ھ / ۱۷۰۳ء[4] ہے۔

آپ پانچویں سال مکتب میں بٹھائے گئے۔ ساتویں سال قرآن مجید ختم کر لیا پندرہ سال کی عمر میں علوم ظاہری و باطنی اپنے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم وغیرہ رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کئے[5]۔ اور اسی سال درس کی اجازت ملی لیکن عمر کے سترہویں سال آپ کے والد ماجد کا وصال ہوگیا اور بدستور اپنے والد کی مسند پر درس و تدریس میں مشغول رہے تقریباً بارہ سال علوم عقلیہ و نقلیہ کی تدریس فرمائی۔ ۱۱۴۳ھ / ۱۷۳۰ء کے اخیر میں حجاز مقدس کا سفر اختیار فرمایا۔ ۱۴ رجب ۱۱۴۵ھ دوبارہ حج کر کے وارد دہلی ہوئے[6]۔ اس دوران کے بعد شاہ صاحب کا دور زندگی تغیر پذیر ہوا دور ثانی سے قبل شاہ صاحب اپنے آباؤ اجداد کے مسلک پر سختی سے پابند تھے۔ آپ کے آباؤ اجداد کے حالات "حیات ولی" مصنفہ حافظ رحیم بخش میں تفصیل سے درج ہیں۔

وہ تصانیف جو زیارت حرمین سے قبل فرمائیں مثلاً فیوض الحرمین - الانتباہ - القول الجمیل - الدر الثمین - الطاف القدس - انفاس العارفین - قصیدہ اطیب النغم وغیرہا ان میں اہل سنت کے عقائد و مسائل کے دلائل ملتے ہیں۔ بلکہ خود شاہ صاحب ان مسائل و عقائد پر نہ صرف عامل تھے بلکہ اپنے تلامذہ و خلفاء و متعلقین کو ان پر عمل کراتے اسی وجہ سے آپ عالمگیر شہرت کے مالک بنے۔ لیکن حرمین شریفین کی واپسی کے بعد رنگ کچھ اور تھا اور اس دور کے بعد کی تصانیف کا طرز طریق بھی نرالا تھا۔ اس کے چند وجوہ ہو سکتے ہیں۔ لیکن ان وجوہ کو سمجھنے سے قبل آپ کے حرمین کے اساتذہ اور یاران صحبت اور اسی دور کی زندگی کی تحقیق ضروری ہے۔

شاہ صاحب نے حرمین طیبین کا سفر کیوں اختیار فرمایا تھا

اس کی وجہ بعض لوگ تو یوں بتاتے ہیں کہ بعض شر پسند لوگوں کی شرارتوں سے تنگ آکر عرب تشریف جانے کا ارادہ کیا یہ وجہ غلط اور بالکل غلط ہے کیونکہ بہ نسبت دوسرے لوگوں کے بیان کے شاہ صاحب کا اپنا قول اسی بارہ میں قوی حجت رکھتا ہے چنانچہ وہ خود دیار عرب کے سفر کے ارادہ کی وجہ بتاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ " جب میرے والد

---

[1] حدائق ص ۴۴۹ - [2] مقابیس ص ۵۸۵ - [3] حدائق ص ۴۴۶ حاشیہ شاہ نذر ماضی ج ۲ ص ۵۹ - کتاب التوحید ص ۱۱ پر ۱۱۱۵ھ لکھا ہے لیکن تقریباً کے لفظ سے - [4] تذکرہ علماء ہند ص ۲۳۲ و حدائق ص ۴۴۶ - [5] حدائق ص ۴۴۹ - [6] علماء ہند کا شاندار ماضی - و تذکرہ علماء ہند -

بزرگوار کا انتقال ہوا تو میں تقریباً بارہ سال کتب دینیہ و عقلیہ کے درس میں محو رہا اور ہر علم و عمل کو غور میں ڈوبی ہوئی نگاہ سے دیکھا اسی اثناء میں اکثر اوقات جناب والد ماجد کی قبر مبارک پر جاکر متوجہ ہوتا اور رات کی دلفریب چاندنی میں پہروں بیٹھا رہتا ان دنوں میں توحید و جذب کی راہ میرے لئے وسیع ہوگئی اور وجدانیہ علوم فوج فوج نازل ہونے لگے - ائمہ اربعہ کی مذہبی کتابیں اور ان کے اصول ہمیشہ میرے پیش نظر تھے اور جن حدیثوں سے انہوں نے اپنے مذہبی قواعد کو مستحکم و مضبوط کرنے کیلئے استدلال کیا ہے وہ مجھ سے غائب نہ تھیں - انجام کار نور غیبی کی تائید سے مجھے فقہائے محدثین کی روش بھلی معلوم ہوئی اور انہیں کے مسلک کو میں نے اختیار کرلیا - ان بارہ سال کے گذر جانے کے بعد دفعۃً حرمین محترمین کی زیارت کا شوق مجھے پیدا ہوا اور مشائخ عرب سے علم حدیث کی سند لینے کا خیال آیا - چنانچہ میں نے فوراً اسامان سفر تیار کیا اور جہاں تک جلد ممکن ہوسکا عرب کی طرف متوجہ ہوگیا[۱] "

اس سے جہاں آپ کے سفر دیارِ عرب کی وجہ معلوم ہوئی یہ بھی واضح ہوگیا کہ تا ایں زمان مسلک اہلسنت کے پابند تھے اور اسی کو ترقی درجات کا موجب سمجھتے تھے -

شاہ صاحب کا دیارِ عرب میں مشغلہ

اس دوران میں شاہ صاحب نے حرمین شریفین کے جلیل القدر مشائخ عظام سے خوب اکتساب فیوض و برکات کا مشغلہ رکھا اور ان مشائخ کے حالات "انسان العین فی مشائخ الحرمین" میں تفصیل سے درج کئے اور وہاں گنبد خضراء کی نہ صرف حاضری دی بلکہ وہاں چندروز مجاور رہے اور انتہا سے زیادہ فیض حاصل کیا اکثر اوقات چاندنی راتوں کی دلگیر روشنی میں وہاں مراقب رہے - حیات ولی[۲] کے مصنف لکھتے ہیں کہ " اس دلکش و دلفریب وقت کے اعتبار سے اگرچہ آپ کو کچھ مدد پہنچی ہوگی لیکن زیادہ تر جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے فیض نے آپ کے دل کو مجلی اور صاف کردیا تھا "

حرمین طیبین کے اساتذہ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ

مصنف " حیات ولی " نے تین بزرگوں کے اسماء گرامی لکھے ہیں اور ان کے حالات کچھ کتاب میں کچھ حاشیہ پر تفصیل سے لکھے ہیں[۳] ان میں پہلے حضرت شیخ محمد وفد اللہ بن شیخ محمد بن محمد بن سلیمان المغربی رضی اللہ عنہ ہیں ، دوسرے شیخ ابوطاہر محمد بن ابراہیم کردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں ، ان دوسرے بزرگ سے بہت استفاضہ و استفادہ[۴] کیا اور ان سے خرقۂ خلافت بھی حاصل ہوا اور یہ حضرت شیخ شاہ محقق عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ عنہ تلمیذ التلمیذ ہیں - چنانچہ حیات ولی[۵] میں ہے کہ " شیخ عبداللہ لاہوری جو ملا عبدالحکیم سیالکوٹی کی تمام کتابوں کی روایت شیخ

سلہ حیات ولی صـ۲۲۱ - صـ۲۲۲ - ایضاً صـ۲۲۳ - صـ۲ صـ۲۲۳ - صـ۳ از صـ۲۲۳ تا صـ۲۲۴ - حاشیہ صـ۲۲۸ - صـ۲۲۹ -

عبد اللہ اللبیب سے کرتے ہیں اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی تمام کتب اسی واسطہ سے مولانا عبد الحکیم سے روایت کرتے ہیں" اس اعتبار سے شاہ ولی اللہ صاحب کے پرستاروں کو حضرت شیخ محقق شاہ عبد الحق دہلوی قدس سرہ کے شان پیچھے متعلق آنکھ کھولنی چاہئے جبکہ وہ شاہ ولی اللہ صاحب کی محبت وعقیدت میں سیدنا عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ سے آنکھ چراتے پھرتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ صاحب کو حرمین شریفین کے اساتذہ سے زیادہ شیخ ابو طاہر سے عقیدت و محبت تھی اور اپنی تصانیف میں ان کے مناقب و فضائل کے گیت گائے ہیں چنانچہ "حیات ولی"[۲] میں ہے کہ "میں نے علماء حرمین کے اکثر حضرات سے ملاقات کی ہے اور اکثر فضلاء کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں لیکن میں نے کسی کو نہیں دیکھا ہے کہ مکارم اخلاق کے ساتھ جامع علوم ہو بجز شیخ ابو طاہر بن ابراہیم کردی مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے۔ شیخ کی فراست و درایت حقیقت میں خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے جسے میں نے اپنی تالیفات کے بعض مختلف مقامات میں ذکر کیا ہے۔ شاہ صاحب کے تیسرے استاذ مکرم شیخ تاج الدین قلعی حنفی[۲] رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

شاہ صاحب کے اساتذہ کے زمانہ میں وہابیت

ان تینوں حضرات میں سے کوئی ایک ایسا نہیں جن پر وہابیت کا اثر ہو یا ان کے واسطہ سے شاہ صاحب پر وہابیت اثر انداز ہوئی ہو بلکہ پورے وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ اس وقت تحریک وہابیت اپنے گھر ہی گھر میں شور مچا رہی تھی کیونکہ تاریخ بتاتی ہے کہ اس تحریک کا اصل بانی تو خود "عبد الوہاب" نجدی تھا چنانچہ "سیف الجبار"[۳] میں ہے کہ "عبد الوہاب نام ایک رئیس نجد کا بڑا چالاک ہوشیار تھا باپ دادے اس کے علم ظاہری اور باطنی میں اس ملک کے مقتدا اور صاحب سلسلہ تھے اور اس خاندان کا اس ملک میں بڑا اعتبار تھا۔ عبد الوہاب نے حال سلطنت[۴] کی خرابی کا دیکھ کر ارادہ کیا بادشاہی کا اور یہ صلاح ٹھہری کہ دینداری کے حیلے سے اور لوگوں کو جمع کر کے مکہ اور مدینہ کو اپنے تصرف میں لے لیجئے کہ فوج و لشکر سے خالی ہیں اور مال و خزانہ ان میں بے شمار ہے جب یہ قبضہ میں آگیا اور خزانہ بیشمار ہاتھ آیا پھر آگے اور ملکوں پر دخل ہونا آسان ہے کیونکہ وہ سب آپس میں نفاق اور نزاع کے سبب خراب حال ہیں یہ صلاح ٹھہرا کر عبد الوہاب مع اپنے عزیزوں قریبوں وعظ کہنے اور مرید کرنے میں کہ طریقہ باپ دادے کا تھا خوب مشغول ہوا اور خلائق کو اپنا معتقد و مطیع کر کے جمعہ کے دن مجمع عام کیا اور بڑے آدمیوں کو اطراف و جوانب سے بلایا اور بطور وعظ کے کہا کہ شرع میں بادشاہ ضرور ہے احکام دین کا جاری ہونا ظالم کا تدارک مظلوم کی دادرسی عید جمعہ وغیرہ سب بادشاہ پر موقوف اور بادشاہ روم و شام صرف برائے نام ہے حکم اس کا ذرا نہیں اس کو بادشاہ کہنا جھوٹ بولنا ہے کہ بڑا گناہ ہے اور خطبہ کہ عبادت ہے جھوٹ بولنا ہی بے جا ہے چاہیے کہ سب

۱؎ حاشیہ انفاس ص ۱۴۳ - ۱۲ ۔ ۲؎ حیات ولی میں صرف ان کا ذکر لکھا ہے ممکن ہے کوئی اور حضرت بھی ہوں - ادیبی غفرلہٗ ۔ ۳؎ کتاب کا پورا نام سیف الجبار المسلول علی الاعداء للابرار ہے ۱۲۶۳ھ مفید عام آگرہ کی مطبوعہ ہے ۱۲ ۴؎ سلطنت کی خرابی کا بیان آگے آتا ہے ۔ ادیبی

حاضرین مل کر ایک شخص کو سردار مقرر کریں مگر مجھ کو معاف رکھیں کہ دنیا کی طرف رغبت نہیں رکھتا ہوں پہلے ان لوگوں نے تامل کیا جو جمع ہوئے تھے پھر سبھوں نے کہا سوائے آپ کی ذات شریف کے اور کوئی اس کام کے لائق نہیں۔ کہا کہ مجبور ہوں جماعت مسلمین کے خلاف کیوں کروں لاچاری سے قبول کرتا ہوں مگر ایک شرط ہے کہ عقائد و اعمال میں میرے مطیع رہو اور میرے حکم سے نہ پھرو۔ آخر سب سے بیعت لیکر امیر المؤمنین بنا اور اس کا نام سلطان کے نام کی جگہ خطبہ میں داخل ہوا "قصبہ درعیہ" کو کہ وطن تھا تخت گاہ قرار دیا اور اپنی اولاد و اقارب کو شہروں کا حاکم مقرر کیا اور عدل و انصاف، دینداری و تاکید نماز و روزہ کی خوب جاری کی اور اجلاس امامت کے زور سے ملک کا انتظام اپنی ذریت کے حوالے کیا اور آپ مشغول ہوا ایک نئے مذہب میں کہ اہلسنت و جماعت کے مشہور مذہبوں[1] سے جدا ہو کہ اس مذہب کی رو سے وہ کافر ٹھہریں کچھ مسئلے متفرق خارجیوں کے کچھ معتزلہ کے کچھ ملاحدہ ظاہریہ وغیرہ مذہبوں سے لیکر کچھ اپنے دل سے جوڑ کر ایک رسالہ بنایا۔ محمد نام اس کے بیٹے نے اس میں بڑھا کر نام اس کا کتاب التوحید[2] رکھا۔ پھر اس کو آپ اختصار کیا حاصل اس کا یہ کہ تمام امت مرحومہ کافر ہے۔ خصوصاً رہنے والے حرمین شریفین کے تاکہ ان کا لوٹنا اور مار ڈالنا جہاد ٹھہرے۔ چند نسخے اس کے حاکموں کے پاس بھیجے گئے حاکموں نے اسے ظاہر کیا محکوموں نے قبول کیا اور بہت خوش ہوئے[3] بظاہر یہ تحریک عوام میں اسلئے مطلوب و مقبول تھی کہ عوام اپنے اپنے علاقوں میں اپنے بادشاہوں کے ظلم و ستم اور دیگر خرابیوں سے تنگ تھی۔ عوام کو اپنی سہولتوں کے پیش نظر اس تحریک کے عقائد و اعمال سے چشم پوشی مجبوری تھی جیسے کہ ہر زمانہ میں عوام کا طریقہ رہا اور رہے گا

اور چونکہ عبدالوہاب ابن تیمیہ و ابن قیم کا خاصہ معتقد تھا ان کی مردہ تحریک کو زندہ کرنا ان کی عادت ثانویہ بن چکی تھی اسی لئے اس نے ان کی تصانیف کو بڑی کوشش سے تلاش کر کے شائع کرا کر عام رائج کیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج وہابی تحریک کے پرستاروں کو ابن تیمیہ و ابن قیم کی تحقیق پسند ہے اور وہ ان کو اپنا مقتدا و امام مانتے ہیں (آزما کے دیکھئے) مذکورہ تحریک ہی عبدالوہاب نجدی کے ساتھ حاکم کی مخاصمت کا سبب بنی چنانچہ "کتاب التوحید"[4] کے مقدمہ میں ہے کہ "شیخ عبدالوہاب اس شہر "عیینہ" کے قاضی تھے عرصہ کے بعد ۱۱۳۹ھ میں یہاں کے حاکم سے مخاصمت ہو گئی جس سے معزول ہو کر حریملا چلے گئے جہاں ۱۱۵۳ھ میں وفات[5] پائی (اس کی وفات کے بعد اس تحریک کو محمد بن عبدالوہاب نے خوب چلایا یہاں تک کہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوا چنانچہ تفصیل آئے گی (ان شاء اللہ تعالیٰ)

اس سے معلوم ہوا کہ اس تحریک کے مقلدین و معتقدین و متعلقین کو وہابی منسوب بہ عبدالوہاب کرنا بجا ہے۔ ابو عبداللہ سورتی مترجم "کتاب التوحید" وغیرہ کا یہ کہنا کہ "وہابی لقب عام طور پر بڑے بے دین و کافر کے لئے مستعمل ہوتا ہے حالانکہ اولاً یہ نسبت صحیح نہیں کیونکہ اس تحریک کا بانی محمد تھا نہ عبدالوہاب" الخ۔ ایک حقیقت چھپانے کے مترادف ہے اور تاریخی حقائق ایسے کم علم لوگوں کے کب چھپ سکتے ہیں۔ اس تحریک کا بانی ۱۱۵۳ھ میں فوت ہوا اور تحریک کو مسلسل

---

[1] چنانچہ اس منحوس تحریک کی بنیاد "عبدالوہاب" نجدی نے رکھی پھر اس کے بیٹے محمد بن عبدالوہاب کے مریدوں کے ذریعے ۱۲۲۱ھ کو پایہ تکمیل کو پہنچی تفصیل آتی ہے ۱۲ [2] یہ وہی کتاب ہے جس کا نچوڑ اسماعیل دہلوی کی تقویۃ الایمان میں ہے ۱۲ [3] سیف الجبار ص ۱۳۰ [4] مترجمہ ازابو عبداللہ محمد یوسف سورتی مع اصل عربی۔ ناشر نور محمد اصح المطابع کراچی۔ [5] ص ۱۱۵۲ ۔ ص ۱۸ -

طور اس کے بیٹے محمد نے جاری رکھا لیکن ۱۱۴۳ھ تک جو کہ شاہ ولی اللہ صاحب کی تعلیم کا دور ہے) کہاں اس تحریک کو تو ۱۱۵۹ھ ۱۷۴۶ء میں صرف نجد تک رسائی ہوئی [1] بلکہ اہالیان حرمین شریفین کو جب اس تحریک کے گندے عزائم معلوم ہوئے تو ۱۱۶۲ھ ۱۷۴۹ء میں مکہ شریف میں نجدیوں کا داخلہ تک بند کر دیا گیا۔ [2] پھر کہیں ۸ محرم ۱۲۱۸ھ ۳۰ اپریل ۱۸۰۳ء کو مکہ معظمہ پر تسلط جمایا۔ [3] مفصل داستان آئیگی انشاء اللہ تاریخ کی نشاندہی سے معلوم ہوا کہ شاہ ولی اللہ صاحب کے اساتذہ کو وہابی تحریک سے کسی قسم کا واسطہ نہیں تھا بلکہ ممکن ہے کہ وہ اسی تحریک کے دشمن اور سخت دشمن ہوں کیونکہ وہ حضرات اسی دوران میں وہ اپنی عمر کی آخری بہار دیکھ رہے تھے جب ثابت ہوا کہ شاہ صاحب کے اساتذہ وہابیت کے اثر کوسوں دور تھے تو پھر شاہ صاحب کو وہابی تحریک نے کیسے گھیرا البتہ امکاناً سیاست ہو سکتی ہے چنانچہ جب شاہ صاحب حرمین محترمین میں رہ کر وہاں بزرگوں سے فیض حاصل کرتے رہے وہاں کچھ سیاست میں قدم رکھنے کی سوچ دبچار میں بھی لگے رہے۔ ایک شہادت ملاحظہ ہو۔

محمد میاں (دیوبندی)، ناظم علمائے ہند لکھتے ہیں۔

آپ (شاہ ولی اللہ صاحب) نے ۱۱۴۳ھ ۱۷۳۰ء میں حجاز شریف کا سفر اختیار کیا دو سال قیام کر کے علمی اور روحانی مشاغل کے ساتھ بڑا کام کیا کہ یورپ اور ایشیا کے زائرین سے ان ممالک کے متعلق پوری واقفیت حاصل کی ترکی حکومت کو اگرچہ سماجی خرابیوں کا گھن لگ چکا تھا مگر پھر بھی اس زمانہ میں ایشیا کی سب سے بڑی حکومت تھی تمام مشرق وسطی پر اس کے اقتدار کا پرچم لہرا رہا تھا۔ بحر عرب میں عدن تک اس کا قبضہ تھا اور یورپ و افریقہ کے بھی بہت سے حصے اس کے زیر اثر اقتدار تھے۔ شاہ ولی اللہ صاحب ان سب سے بڑی حکومت کے اندرونی حالات کا گہری نظر سے مطالعہ کیا [4] آپ ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں۔

احوال ہندبرما مخفی نیست کہ خود مولد و منشا فقیر است بلاد عرب نیز دیدیم و احوال مردم ولایت از ثقات اینجا شنیدیم [5] ۔ یعنے ہندوستان کے حالات پوشیدہ نہیں ہیں کیونکہ ہندوستان خود اپنا وطن ہے ممالک عرب بھی دیکھ لئے ہیں اور ولایت والوں کے حالات وہاں کے معتمد لوگوں کے ذریعہ معلوم ہوتے ہیں ــــــ اس کے بعد میاں محمد لکھتے ہیں کہ ان تمام ممالک کے حالات کا جائزہ

---

[1] علمائے ہند کا شاندار ماضی ص ۲۶۱ ج ۲ [2] ایضاً [3] ایضاً ص ۱۶۲ [4] اسوقت محمد بن عبدالوہاب نجدی مر چکا تھا [5] ۔۔ (۱) علمائے ہند کا شاندار ماضی ص ۵ ج ۲ [6] ۔ الہ کتاب ۔ التفہیمات بحوالہ التجدید بحوالہ شاہ ولی اللہ صاحب کی سیاسی تحریک ص ۱۲۰

لینے کے بعد آپ کے گہرے سوچ وچار اور اعلیٰ تدبر نے فیصلہ کیا کہ جو کچھ سماجی معاشی یا اقتصادی نا ہمواریاں اس وقت موجود ہیں ان کا اصل سبب ملوکیت اور شاہنشاہیت ہے اس کے بعد محمد میاں نے نتیجہ نکالا کہ ،، اس سحر مجاز میں آپ کے ضمیر کی آواز نے یہ فیصلہ بھی سنا دیا کہ ان تباہیوں اور بربادیوں کا واحد علاج فک کل نظام ہے یعنی ایسا ہمہ گیر اور مکمل انقلاب جو کہ سماج کے معاشی۔ سیاسی۔ اقتصادی

شاہ ولی اللہ نے سیاست میں قدم کیوں رکھا

اس کی وجہ ظاہر ہے کہ آپ کے اس زمانہ میں سیاسی انتشار کمال کو پہنچا ہوا تھا۔ مغلیہ حکومت کے تناور درخت کی جڑیں کھوکھلی ہو رہی تھیں تخت نشینی کے لیے آئے دن کشت وخون کا گرم بازار رہتا تھا۔ صوبیدار مرکز سے باغی ہو رہے تھے امراء اور رؤسا آپس میں برسرپیکار تھے۔

شاہ ولی اللہ نے دہلی میں مندرجہ ذیل دس بادشاہوں کا دور حکومت دیکھا۔

(۱) اورنگ زیب عالمگیر — ۱۱ ذی قعدہ سنہ ۱۰۶۸ھ تا ۲۸ ذی قعدہ سنہ ۱۱۱۸ھ

(۲) شاہ عالم بہادر شاہ اول — غرہ ذی الحجہ سنہ ۱۱۱۸ھ تا ۲۱ محرم سنہ ۱۱۲۴ھ

(۳) معز الدین جہاندار شاہ — سنہ ۱۱۲۴ھ تا ۸ محرم سنہ ۱۱۲۵ھ قتل کیا گیا

(۴) فرخ سیر — سنہ ۱۱۲۵ھ تا ۸ ربیع الثانی سنہ ۱۱۳۱ھ قید ہوا

(۵) رفیع الدرجات — ۹ ربیع الثانی سنہ ۱۱۳۱ھ تا ۲۰ رجب سنہ ۱۱۳۱ھ تین ماہ ۱۱ دن بادشاہ رہا

(۶) رفیع الدولہ — ۲۰ رجب سنہ ۱۱۳۱ھ تا ۷ ذی قعدہ سنہ ۱۱۳۱ھ تین ماہ ۲۸ دن بادشاہ رہا

(۷) شاہ محمد — سنہ ۱۱۳۱ھ تا ۲۶ ربیع الثانی سنہ ۱۱۶۱ھ

(۸) احمد شاہ — ۲ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۱۶۱ھ تا ۷ شوال سنہ ۱۱۶۷ھ اندھا کر کے قید کیا گیا

(۹) عالمگیر ثانی — ۱۰ شعبان سنہ ۱۱۶۷ھ تا ربیع الثانی سنہ ۱۱۷۳ھ قتل کیا گیا

(۱۰) شاہ عالم ثانی — ۴ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۱۷۳ھ تا ۷ رمضان سنہ ۱۲۲۱ھ

اورنگ زیب عالمگیر کے انتقال کے وقت شاہ ولی اللہ کی عمر کم وبیش چار سال کی تھی اور شاہ صاحب نے شاہ عالم ثانی کا دور بھی ڈھائی سال ہی دیکھا اس وقت شاہ عالم پورب میں بھٹکتا پھر رہا تھا اور دہلی کا تخت بادشاہ سے خالی تھا بقیہ آٹھ بادشاہوں میں سے چار بادشاہ قتل کیے گئے اور دو بادشاہوں کی حکومت صرف تین ماہ رہی تخت نشینی کے لیے جو جنگیں ہوئیں ان میں کم وبیش دس شہزادے دعویدار قتل ہو گئے ان میں سے بعض نے تو شاہیت کا اعلان بھی کر دیا تھا در

علمائے ہند کا شاندار ماضی

اصل یہ مغلیہ حکومت کی جان کنی کا عالم تھا۔ امراء اور رئیس ساز شوں اور عیش کوشیوں میں مبتلا تھے کسی پر ان کی چیرہ دستیاں اور سفاکیاں مستزاد تھیں۔ سید برادران حسین علیؓ اور عبداللہ خان سیاہ سپیدہ کے مالک بنے ہوئے تھے بادشاہ دہلی ان کے اشارہ چشم و ابرو کا منتظر رہتا تھا امراء کے آپس کے نفاق نے مرہٹوں، سکھوں، جاٹوں کو سر اٹھانے بلکہ حکومتیں قائم کرنے کے مواقع بہم پہنچائے صوبے دار خودسر ہو گئے بنگال و بہار پر علی وردی خان نے قبضہ کیا اودھ پر برہان الملک اور صفدر جنگ نے ہاتھ صاف کیا۔ روہیل کھنڈ اور دو آبے میں روہیلے اور بنگش ہاتھ پیر مارنے لگے۔ دکن میں نظام الملک نے مسند حکومت آراستہ کی غرضیکہ دلی کی مرکزی حکومت کمزور سے کمزور تر ہوتی چلی اس پر غیر ملکی حملوں نے رہی سہی ساکھ کو بھی ختم کر دیا نادر شاہ کے حملے نے دہلی کی حکومت کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی بقیہ کسر احمد شاہ ابدالی نے پوری کر دی اس نے نو مرتبہ حملے کئے اور دہلی کو تاراج کر دیا دراںحالیکہ انہوں نے دہلی کو جس بری طرح غارت کیا اس پر میر تقی میر نے ۱۸۰۱ء کس طرح خون کے آنسو روتے ہیں ملاحظہ ہو[1]

"ما ہم بر ویرانہ تازہ شہر افتادہ بہر قدمے گریستم و عبرت گرفتم و چوں بیشتر رفتم حیراں تر شدم محلہ ہا نشناختم و دیارے نیافتم۔ از عمارت آثار ندیدم از ساکناں خبر نشنیدم"[2]

از ہر کہ سخن کردم گفتند کہ ایں جا نیست :: از ہر کہ نشان جستم گفتند کہ پیدا نیست

خانہا نشستہ، دیوار ہا شکستہ، خانقاہ بے صوفی خرابات بے مست خرابہ بود ... بازار ہا کجا کہ بگویم۔ طفلاں نو بازار کجا۔ حسن کو کہ پرسیم، یاران زرد رخسار کو، جوانان رعنا رفتند پیران پارسا گزشتند محلہ ہا خراب، کوچہ ہا نایاب وحشت ہویدا انس ناپیدا"

اس کے علاوہ سات سمندر پار کے فرنگی جنوب و مشرق سے قبضہ کرتے چلے آرہے ہیں پلاسی کی فیصلہ کن جنگ شاہ ولی اللہ کی زندگی ہی میں ہوئی تھی شاہ صاحب کے دور میں یہ سیاسی حالت تھی سیاسی حالات دوسرے مختلف شعبہ ہائے زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں سیاسی کمزوری کے نتیجہ میں اقتصادی، معاشرتی اور مذہبی حالات بھی بد سے بدتر تھے عوام بدحال اور پریشان تھے

---

[1] ذکر میر از میر تقی میر، مرتبہ مولوی عبدالحق صفحہ ۱۹۹، انجمن ترقی اردو، اورنگ آباد ۱۹۲۸ء [2] کذا فی الاصل

تجارت وصنعت کا جنازہ نکل چکا تھا اور اعتقادی عمارتیں کھوکھلی ہوتی جارہی تھیں اس زمانے کے شعراء کے شہر آشوب سیاسی واقتصادی اور مذہبی بدحالی کا صحیح نقشہ پیش کرتے ہیں ۔

ان سیاسی بگڑے ہوئے حالات میں بھی ایران اور ماوراء النہر سے آئے نوواردنظام حکومت میں منسلک ہوجاتے تھے اور خوب لوٹ مچاتے تھے ان کو برصغیر کے عوام سے کیا دلچسپی ہوسکتی تھی وہ اپنے عہدوں وزارت ، امارت اور قبضہ واقتدار کے لئے آئے دن توڑ جوڑ ، سازشیں اور جنگ کے نقشے جماتے رہتے تھے ۔ برہان الملک ، صفدر جنگ ، عماد الملک ، نجف خان نیز دوسرے امراء کے سیاہ کارنامے اس پر دال ہیں ۔ یہ سب ایران وتوران کے آئے ہوئے لوگ تھے برصغیر کی سیاسی ابتری کے نتیجے میں امارت وزارت کے عہدوں پر فائز ہوئے ان کے اقتدار کے ساتھ ہی ان کے اعزاء واحباب اور شعوب وقبائل نے برصغیر ہندو پاکستان میں آکر سکونت اختیار کی دوسرے صنعت کار اور صاحبان علم وفضل بھی وارد ہوئے ۔ ان عقائد وافکار سے عوام وخواص سب ہی متاثر ہوئے تھے ان کے علوم وفنون اور معاشرت وتمدن کی تقلید کی جاتی تھی علمائے فرنگی محل نے علوم عقلیہ سے اعتنا کیا اور ان ہی علوم کی متداول کتب پر شرح وحواشی کا کام انجام دیا ہر طرف سے زوائد ثلاثہ کی صدا اور صدرا کی بازگشت سنائی دیتی ہے ۔

حکومت ودربار میں ایران وماوراءالنہر کے اکابر چھائے ہوئے تھے اسی لئے اسی طرز فکر ، معاشرت لباس ، آداب وطریق کو قبول عام حاصل ہوا ہر چیز عجمیت کے رنگ میں رنگی ہوئی تھی معاشرہ زوال پذیری اپنی حد کو پہنچ چکی تھی ۔ ظاہری نمود ونمائش اور غیر اسلامی رسوم ورواج کا دور دورہ تھا ۔ مذہبی بدحالی حد بیان سے باہر ہے توہم پرستی ، مراسم پرستی ، عملی زندگی سے فرار اس دور کی نمایاں علامات تھیں ، بے دین اور ملحد لوگ اپنے آپ کو سجادہ علم کا مالک جانتے تھے فاسد خیالات سے معاشرہ کا جنازہ نکال دیا تھا ۔ خاص دہلی کی حالت کا جائزہ لیتے ہیں ، تو معلوم ہوتا ہے کہ بدعقیدہ لوگ لوٹ جاتے ہوئے تھے دو واقعات کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے ۵۱

۱۷۴۳ء کا ایک غیر معروف شخص عبدالغفور دہلی پہنچ کر سیادت ، مشیخیت کا علم بلند کرتا ہے ۔ شہزادوں ، اور امراء سلطنت سے رابطہ ہم پہنچاتا ہے فتوحات کا یہ عالم ہے کہ پانچ ہزار روپے روزانہ وصول ہوتے ہیں ۔ اس کی جرأت یہاں تک بڑھتی ہے بادشاہ دہلی تک گفتگو کر گزرتا ہے

---

۵۱ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں الشعراء از علی بشر قانع تتوی (مرتبہ پیر حسام الدین راشدی) صفحہ ۷۸،۶۹ سندھی ادبی بورڈ ۱۹۵۷ء

بادشاہ بھی اس کی ناشائستہ حرکات سے تنگ آگیا اس دنیا پرست پیر نے کم وبیش چار کروڑ روپیہ خزانہ شاہی سے غبن کیا آخر ۱۱۴۴ھ / ۱۷۳۱ء میں قید ہوا - اور شوال ۱۱۴۵ھ میں قید خانہ ہی میں فوت ہوا -

ایک شخص محمد حسین نے پیری مریدی کے پردے میں اسلام ہی پر ہاتھ صاف کرنا شروع کر دیا اور ایک نئے مذہب کی داغ بیل ڈال دی [1]

محمد حسین "عرف نمود و انمود" نے مشہد سے کابل پہنچ کر پہلے تو شاہی منو سلیمن سے تعلق پیدا کیا اور پھر اپنی روحانیت کی تبلیغ کی - اس نے بتایا کہ اس کا درجہ نبوت اور امامت کے بین بین ہے اس کی شان وہی ہے جو انبیا اور اولیا کی ہوتی ہے اس مرتبہ کا نام بیگوکیت ہے اس نے اپنی خرافات کو "اقوالِ مقدسہ" کے نام سے موسوم کیا - وہ کسی مذہب سے سروکار نہیں رکھتا تھا اس کے مرید "فرہود" کہلاتے تھے "نمانز کام دیدہ تھا اس کے مریدوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچی جب شاہ دہلی فرخ سیر اس کے مریدوں میں داخل ہوا تو "نمود انمود" کا ڈنکا بجنے لگا اتفاق سے اس کے خلیفہ سے اختلاف ہو گیا تو خلیفہ نے اس کا سارا ڈھونگ ظاہر کر دیا - ان دو مثالوں سے اس دور کی مذہبی حالت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جاہل پیر اور مکار صوفی کس طرح مسلمانوں کی دین و دنیا کو برباد کر رہے تھے ان دو مکاروں کے حالات تو تاریخ میں اس لئے محفوظ رہ گئے ہیں کہ ان کے حلقہ مریدی میں بادشاہ تک منسلک ہو گئے تھے ورنہ عوام میں جو لوگ ارباب من دون اللہ بنے بیٹھے تھے ان کا تو ذکر ہی کیا ہے - شاہ ولی اللہ دہلوی نے معاشرہ کا بھرپور جائزہ لیا - سیاسی حالات کو دیکھا - ملوک و امرا ر علما ر و صوفیا ر، صناع و عوام کا مطالعہ کیا اور پھر مسلم معاشرہ کی ذہنی اصلاح کیلئے جامع پروگرام بنانا ضروری تھا جسے شاہ صاحب نے سوچ کر تیار کیا اور اسی لئے سیاست میں قدم رکھا

شاہ صاحب کے دور میں وہابیت

سابقہ سطور میں بیان کیا جا چکا ہے کہ وہابیت نے حرمین طیبین پر پنجے گاڑنے شروع کئے اور وہابی تحریک کو بھی دور کی گردش نے معرض وجود میں لایا جیسا کہ اقلیم ہند کے حالات چکر میں تھے کچھ یہی حالات دیار عرب میں تھے چنانچہ شاہ صاحب کے مکتوب میں گزرا کہ بلاد عرب نیز دیدم و احوال مردم ولایت از ثقات اینجا شنیدم - اور میاں محمد دیوبندی لکھتا ہے کہ "نجد کا

---

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو سیر المتاخرین از غلام حسین طبا طبائی صفحہ ۴۴۷ نولکشور پریس لکھنؤ ۱۸۵۷ء

غیر متمدن صوبہ طوائف الملوکی کا آماجگاہ بنا ہوا تھا ایک ایک قصبہ کا علیحدہ حکمران تھا اور بعض بعض قصبوں میں دو دو امیر تھے۔ علامہ محمد بن عبدالوہاب جو ہمہ گیر دعوت اصلاح لیکر اٹھے تھے ان کی کامیابی کے لیے یہ بھی ضروری تھا کہ چھوٹی چھوٹی ریاستوں کی شیرازہ بندی ہو اور ایک با اختیار حکمران پورے ملک پر احتساب اور کنٹرول کر سکے اس جذبہ نے اس اصلاحی تحریک میں سیاسی بحران بھی پیدا کر دیا۔

وہابی تحریک کا شاہ صاحب پر عکس -

(آباء و اجداد کے لحاظ سے)

جس طرح شاہ صاحب کا خاندان دیار ہند میں آباء و اجداد آ علم و عمل کا گہوارہ تھا اسی طرح وہابی خاندان نجد میں عوام کی نظروں میں معزز و مکرم تھا چنانچہ محمد میاں دیوبندی کا بیان ہے کہ خاندان علمی تھا۔ محمد میاں کے والد عبدالوہاب۔ دادا سلیمان۔ چچا ابراہیم بن سلیمان۔ چچازاد بھائی عبدالرحمن بن ابراہیم۔ سب عالم اور فقیہ تھے۔ فقہ حنبلی میں ان کی تصانیف بھی ہیں جو نجد میں مقبول و مشہور رہیں۔ علم کا سلسلہ محمد بن عبدالوہاب کی اولاد میں اسی شان و شوکت سے جاری رہا اور تقریباً ڈیڑھ صدی گذرنے کے بعد آج بھی یہ خاندان علمی ہے اور اس کا علمی وقار پورے نجد پر اثر انداز ہے۔[1]

جب شاہ صاحب نے سیاست میں قدم رکھنا چاہا تو آپ پر ادھر دیار ہند کی ابتری نے مجبور کیا ادھر دیار نجد میں ایک عالم دین کی کامیابی کی باتیں سنیں جو کہ باوجود بے سروسامانی کے اپنی تحریک میں کامیاب ہوتا جارہا تھا چنانچہ کتاب التوحید کے مقدمہ میں ہے کہ باپ کی وفات کے بعد پورے جوش کے ساتھ شیخ (نجدی) نے بدعات کا مقابلہ شروع کر دیا۔ شہر کے چند لوگ ساتھ ہو گئے اور ان کی اعانت و حمایت کرنے لگے اب یہاں سے شیخ (نجدی) کی اصلی اسکیم شروع ہوتی ہے۔

• دیملا میں بعض خاندان ایسے تھے جن کے غلام فسق و فجور میں سبقت لے گئے تھے۔ شیخ (نجدی) نے ان کی اچھی طرح قلعی کھول دی یہ سب دشمن ہو گئے۔ شیخ (نجدی) کے قتل کے کا تہیہ کر لیا آخر ایک دن اس کے مکان میں گھس بھی گئے لیکن کامیاب نہ ہو سکے شیخ (نجدی) یہاں سے ہجرت کر کے عینیہ پہنچے وہاں کے امیر عثمان بن معمر اچھا خاصہ اثر رکھتا تھا اس کی لڑکی جوہرہ سے شادی کر لی

---

[1] شاندار ماضی صفحہ ۳۳/۲ = ۱۲۔ [2] الہام حاشیہ ۲۵۹ ۱۲

شیخ (نجدی) نے عثمان سے اپنی دعوت و ارشاد کی پوری اسکیم بیان کی یعنے شرک، بدعات، قبر پرستی پیر پرستی کی محبت میں لوگوں کو بچانے کی تبلیغ کی اور کہا کہ لوگوں کو ہماری دعوت کی طرف بلائیں اللہ تعالیٰ تیری مدد کرے گا اور ملک نجد تیرے ہاتھ میں دیدیگا۔ عثمان نے شیخ (نجدی) کی حمایت کا عزم کر لیا عیینہ کے بہت سے لوگ شیخ (نجدی) کے ساتھ ہو گئے۔ اسی اثنار میں بڑے بڑے متبرکات درخت وغیرہ کٹوائے اور قبہ زید بن الخطاب (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بھائی) کو ڈھایا جو جبیلہ کے مقام پر واقع تھا وغیرہ وغیرہ والیٔ احسار نے امیر عثمان کو متنبہ کیا اور تہدید آمیز خط لکھا جس سے وہ گھبرایا اور شیخ (نجدی) کو وہاں سے چلے جانے کا حکم دیا۔ شیخ (نجدی) وہاں سے درعیہ کے مقام پر پہونچے ابن سعود نجدی کے ملازموں پر اچھا خاصہ اثر ڈالا اور ابن سعود کی عورت کو اپنا معتقد بنایا پھر ابن سعود کی عورت نے اپنے شوہر نامدار کو شیخ (نجدی) کا مرید کرا دیا۔ اس کے بعد شیخ (نجدی) کی تحریک کے ہاتھ مضبوط ہوئے[1]

یاد رہے کہ شیخ (نجدی) کی یہ عادت بچپن سے تھی کہ تمام معمولات اہل سنت کو بدعت و شرک کہہ دیا کرتا تھا چنانچہ تعلیم کے لئے یہ مدینہ طیبہ میں گنبد خضرا کے قریب پہنچا تو دیکھا لوگ گنبد خضرا کے قریب اپنے نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے استغاثہ و استعانہ کر رہے ہیں، تو اس کو یہ آیت بولا۔ ان ھولاء متبر ما ھم فیہ وباطل ما کانوا یعملون۔ یقیناً یہ لوگ جس کام میں ہیں یہ قابل تباہی و بربادی اور ان کے اعمال باطل اور غلط ہیں[2] تحریک وہابیت کے مزید حالات فقیر کے رسالہ "التحقیق الجلیلہ فی تحریک اسماعیل القتیل" میں ملاحظہ فرمادیں۔

لیکن بفضلہٖ تعالیٰ شاہ صاحب بچپن کیا جوانی تک بلکہ والد مرحوم کی وفات کے بعد کافی عرصہ تک اور یقیناً تاحیات مراسم اہلسنت اور ان کے عقائد کے پابند رہے صرف اتنا بات تھی کہ وہابیت کے رنگے ہوئے لوگوں کی طرفداری کرتے اسی وجہ سے آپ پر یا آپ کے اپنے زمانہ میں ہی وہابیت کا الزام لگا۔ اور اب بھی بعض باتوں کی وجہ سے لوگوں نے آپ پر وہابیت کا اتہام لگاتے ہیں، اسی موقعہ کو غنیمت جان کر وہابیہ نے انہیں اپنا ہمنوا سمجھا اور دیوبندیوں نے اپنایا۔ دراصل وہابی نہ تھے بلکہ پکے حنفی اور مشائخ کے پابند ہونا چنانچہ ان کی تصانیف "فیوض الحرمین، انفاس العارفین، الطیب النغم، عقد الجید وغیرہ سے پتہ چلتا ہے شاہ صاحب اپنی تعلیم کے بعد جب مسند تدریس کو زینت بخشتے ہیں تو اس کے بعد میں

[1] مقدمہ کتاب التوحید ملخصاً از صفحہ ۱۳ تا صفحہ ۱۵ [2] مقدمہ کتاب التوحید صفحہ ۱۲

اسی زمانہ میں حج کو پہنچے جب شیخ نجدی ۱۱۴۳ھ میں اپنی تحریک کی منزلیں بہت دور تک پہنچا چکا تھا شاہ صاحب اور شیخ نجدی کے سن میں صرف نو ماہ کا فرق ہے۔ جس طرح شاہ صاحب نے تھوڑے عرصہ میں تعلیم ثانی اسی نے بھی ایسے ہی پھر وہ دوران تعلیم حرمین طیبین کے اساتذہ کے اور شاہ صاحب دس بارہ سال قدیمی خاص کے لحاظ سے شاہ صاحب کی تحریک کو وہابی تحریک کے زمانہ میں اکتیس ۳۱ سال زندگی بسر کرنے کا موقعہ ملا اور اسی تحریک کے ساتھ شاہ صاحب کی نجدی عقائد کی موافقت نہ سہی عملی موافقت لازمی امر ہے۔ ورنہ سیاست کا جوڑ توڑ غلط ہو جاتا ہے جیسے سیاسی لیڈران کرام کو معلوم ہے یہی وجہ ہے کہ شاہ صاحب اس تحریک کے دوران وہابیوں کی طرفداری بہت زیادہ کرتے۔ چنانچہ عبداللہ سندھی لکھتا ہے۔ مولانا محمد فاخر الہ آبادی ایکدفعہ دہلی تشریف لائے شاہ ولی اللہ صاحب سے ملاقات کرنا مقصد تھا اتفاقاً ایک مسجد میں نماز پڑھی اور رفع یدین کر بیٹھے۔ عوام ان کے سر ہو گئے نزاع نے نازک صورت اختیار کر لی ہجوم ان کو شاہ صاحب کی خدمت میں لے آیا آپ نے برفروختہ ہجوم سے نہایت نرمی سے فرمایا کہ احادیث صحیحہ میں اس طرح بھی وارد ہے اس پر وہ خاموش ہو کر چلے گئے۔ بعد ازاں شاہ صاحب نے مولانا سے فرمایا کہ حکیم وہ نہیں جو عوام کو خواہ مخواہ اپنے خلاف کر لے[1] اس نرمی اور حکمت عملی سے لوگوں کو آپ پر وہابیت کا شبہ ہو جاتا تھا اور دور ثانی کی اپنی تصانیف میں ایسے اشارے کر جاتے جس سے وشنعہ نقیبین کا کام کر جاتا دیار عرب میں نجدی تحریک کی داستانیں زبان زد عام تھیں جبکہ شاہ صاحب مدینہ طیبہ میں مقیم تھے آپ کا ذہنی تحریک۔ یعنی وہابی تحریک سے متاثر ہونا البتہ اس کا طریق کار پسند ضرور تھا اس پر عربی اساتذہ کے کتب خانوں میں ابن تیمیہ کی تصانیف کا مطالعہ مزید بر آں کام کر گیا چنانچہ عبیداللہ سندھی کا اعتراف ہے کہ شاہ صاحب کا دیار عرب میں ایک مشغلہ ابن تیمیہ کی تصانیف کا مطالعہ بھی تھا چنانچہ لکھتا ہے۔ امام ولی اللہ جب حجاز تشریف لے گئے تو انہوں نے شیخ کردی مدنی کے کتب خانہ میں ابن تیمیہ کی تصانیف سے بیشک کافی استفادہ کیا ہے[2] ۔ لیکن اس سے یہ سمجھنا کہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ ابن تیمیہ کے عقائد یا مسائل سے متاثر ہوئے نہیں نہیں! ہرگز نہیں کیونکہ ان کے عقائد و مسائل میں بعد المشرقین جیسا فرق ہے اگر بعض باتیں ان کی طرف منسوب ہیں تو سراسر بہتان اور غلط اور بالکل غلط ہیں چنانچہ آگے چلکر عرض کروں گا البتہ سیاسی امور میں ابن تیمیہ کی بعض باتوں کی پیروی ضرور کی چنانچہ عبیداللہ سندھی لکھتا ہے کہ نیز امام ولی اللہ کی کتاب ازالۃ الخفاء میں بعض اساسی مسائل ایسے مذکور ہیں جو یقیناً ابن تیمیہ کی تصنیف منہاج السنۃ سے لیے گئے ہیں شاہ صاحب کو ابن تیمیہ کی تصانیف کا خیال اس وقت ہوا جبکہ اپنے شیخ ابوطاہرہ کے والد

---

[1] شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک ص۳۵ حاشیہ ۔ [2] شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک ص۳۵، ۷۹

والد حضرت ابراہیم کردی کے متعلق سنا کہ انہیں سیدنا ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ سے محبت وعقیدت تھی لیکن ابن تیمیہ کو بھی برا نہیں سمجھتے تھے۔[۲]

ممکن ہے کہ عبید اللہ سندھی کے یہ اقوال بھی پارٹی کے پروگرام کے مطابق بناوٹی ہوں۔ لیکن پھر بھی شاہ صاحب کے عقائد و مسائل پر ابن تیمیہ کے عقائد و مسائل اثر انداز معلوم نہیں ہوتے گرچہ انہی وجوہ سے حج کی واپسی کے بعد ہندی اکابر و مشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے مشائخ کے طریقہ سے کچھ معاملہ ایسا دیکھا جس کی وجہ سے آپ پر بہت سی باتوں کی وجہ سے بہت بڑے گندے اتہامات لگے۔ چنانچہ اشرف علی تھانوی لکھتا ہے کہ جب شاہ ولی اللہ صاحب نے اوّل اوّل فارسی میں قرآن مجید کا ترجمہ کیا تو دہلی والے بہت بگڑے۔ اور شاہ صاحب کو فتحپوری کی مسجد میں گھیر لیا۔ اور قتل پر آمادہ ہو گئے۔[۳]

اور شاہ صاحب کا قرآن مجید کا ترجمہ فارسی دیارِ عرب کی واپسی پر لکھا، چنانچہ عبید اللہ سندھی لکھتا ہے،

شاہ صاحب دہلی واپس آئے اور سب سے پہلے آپ نے قرآن مجید کا فارسی ترجمہ "فتح الرحمٰن" مکمل کیا جس میں اجمالی طور اپنے پروگرام کو درج کر دیا سنہ ۱۱۵۶ھ میں اس کی تدریس بھی شروع کر دی۔ شاہ صاحب کے اجمالی پروگرام کو سمجھنے کے لئے ان کے ترجمہ قرآن کے حواشی سے بڑی مدد مل سکتی ہے شاہ صاحب فتح الرحمٰن کے حواشی میں وہ تمام چیزیں درج کر دی ہیں جو ان کی دعوت تجدید میں اساس کا حکم رکھتی تھیں۔[۴]

شاہ صاحب کی تحریک کے نظام میں وہ تحریک اثر انداز تھی جسے ہم وہابی تحریک سے تعبیر کرتے ہیں۔ آپ کے ایسے پروگرام کو دیکھ کر مشائخ اور عوام میں خلش پیدا ہو گئی اگرچہ اہلسنت اکابر نے چشم پوشی سے کام لیا۔ اور کہیں اشارہ وکنایہ سے بات کو ظاہر بھی کر دیا چنانچہ سیدنا فخر الملّت والدین حضرت مولانا فخر الدین دہلوی قدس سرہ نے اپنی کتاب "فخر الحسن" میں اس حقیقت کو اشاروں میں آشکارا فرمایا۔ پھر ان کے مرید صادق مولانا حسن الزمان مرحوم نے بڑی شدومد کے ساتھ القول المستحسن شرح فخر الحسن" میں شاہ صاحب کی تردید لکھی۔ ان کے علاوہ اور بھی شاہ صاحب کے معاصرین اہلسنت برہم ہوئے۔ لیکن خاموشی میں مصلحت تھی اس لئے کہ اس دور میں شیعہ پارٹی کا ثر اندر تھا۔ اور شاہ صاحب کے بڑے سخت مخالف ہو گئے یہاں تک کہ شاہ صاحب کو سخت گزند پہونچایا۔ چنانچہ عبید اللہ سندھی لکھتا ہے کہ "دہلی میں نجف علی خان کا تسلط تھا جس نے شاہ صاحب کے پہنچے اتروا کر ہاتھ بیکار کر دیئے تھے تاکہ وہ کوئی کتاب یا مضمون نہ تحریر کر سکیں۔

---

[۲] ایضاً ص۹۰۔ [۳] قصص الاکابر ص ۱۴۵ ۱۳
[۴] شاہ ولی اللہ صاحب اور ان کی سیاسی تحریک ص۴۱

اور اسی نے مرزا مظہر جانجاناں کو شہید کروایا تھا۔ اور شاہ عبد العزیز و شاہ رفیع الدین کو اپنی قلمرو سے نکال دیا تھا[1]۔ تفصیل فقیر کے تذکرۂ علمائے اہلسنت در ذکر شاہ عبد العزیز میں دیکھیے۔ اسی بنا پر حضرات علماء و مشائخ اہلسنت نے کھُل کر تردیدی باتیں نہیں لکھیں۔ اور نہ ہی کوئی ایسا موقعہ شاہ صاحب کی تصانیف سے ملتا۔ البتہ سیاست کے گورکھ دھندوں سے شاہ صاحب وہابی تحریک کے لوگوں کی طرفداری ضرور کرتے جس پر وہ اپنے مسلک کے خلاف مصلحتاً کچھ کر جاتے کچھ سنکر خاموش ہو جاتے۔ اسی لیئے اعلیحضرت قدس سرہ العزیز نے خلیفہ شاہ صاحب کے لیئے یوں فیصلہ فرمایا "شاہ ولی اللہ صاحب مست بادہ الست تھے کہیں طرح کی کہا کرتے تھے[2] ورنہ نہ وہ وہابی تھے اور نہ ہی غیر مقلد بلکہ پکے حنفی اور اہلسنت کے مراسم کے پابند اور سخت پابند تھے۔

صرف کمی وہی تھی جو عرض کی ہے۔ ساہنی وجوہ پر شاہ صاحب کے معاصرین اور پھر بعد کے بعض علماء شاہ صاحب کو وہابی ہونے کا الزام لگا دیتے۔ چنانچہ مولانا عبد الحلیم صاحب لکھنوی مرحوم نے شاہ صاحب کی تصنیف "تفہیمات" سے شبہ کیا اور پھر اس پر مستقل ایک کتاب لکھی جس پر حیدرآباد دکن میں ناظم عدالت دیوانی عہدہ پر فائز المرام ہونے پر شاہ صاحب کے ایک مؤید و مصدق پر گرفت کی۔ لیکن اس نے سیف اللہ المسلول حضرت علامہ فضل رسول رحمۃ اللہ علیہ کا سہارا لیا اور مولانا عبد الحلیم لکھنوی کے ساتھ تحریری مناظرہ بھی ہوا جس کے حکم علمائے حرمین فریقین ہوئے۔ اور معاملہ صاف ہوا۔ اور وہ مناظرہ و واقعہ کتابی شکل میں بنام "اثبات الاجبار فی اعجاز الابرار" مطبع نظامی واقع کانپور باہتمام محمد عبد الرحمٰن ۱۲۸۳ھ میں مطبوع ہوا۔

اس کے جامع شاہ ولی اللہ صاحب کے ایک مصدق و مؤید مولانا احمد علی مصطفٰے آبادی عرف رامپوری ہیں۔ اس کی مختصر داستاں یوں ہے کہ مولانا عبد الحلیم لکھنوی ناظم عدالت دیوانی۔ آپ پر وہابیت کا الزام لگایا۔ جبکہ وہ حیدرآباد میں مدرس مقرر ہوئے۔ اس کے بعد سر رشتہ دار مجلس مرافعہ صدر مقرر ہوئے۔ اتفاقاً می الدولہ صدر الصدور نے "معجزہ شق القمر" کی بابت مولانا احمد علی سے استفسار کیا اور کتاب "تفہیمات" مولفہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی پیش کی اور فرمایا کہ اس کتاب کی عبارت سے بعض علماء کہتے ہیں کہ مؤلف نے انجار "معجزہ شق القمر" کا انکار کیا ہے۔ اور استفتاء بھی اس بابت لکھا۔ مولانا احمد علی صاحب نے فرمایا کہ عبارت "تفہیمات" سے معجزہ نبوی ثابت ہوتا ہے۔ اسی لیئے میں استفتاء پر مہر و دستخط نہیں کرتا۔

اس انکار کی وجہ سے ان پر وہابیت کا الزام لگا کر مدرسی سے معزول کر دیا۔ مولانا احمد علی صاحب نے

---

[1] شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک ۴۲ حاشیہ [2] ملفوظات اعلیحضرت بریلوی ج ۱ ص ۴۸

پوچھا کہ مولوی عبد الحلیم صاحب نے ہدایہ (فقہ حنفیہ) ص ۱۲۸۱ھ میں چھپوایا۔ اور اس کے آخر میں رسالہ "نظم الدار فی سلک شق القمر" ضم کر دیا ہے اور شاہ ولی اللہ صاحب مرحوم کے کلام کا بھی لکھا ہے اور ان کے قول کو خلاف اہلسنت قرار دیا ہے اور شاہ صاحب کے حق میں گستاخانہ کلمات لکھے ہیں۔

اس کے بعد مولانا احمد علی صاحب نے رسالہ "نثر الدرر" مولانا عبد الحلیم صاحب کے رسالہ "سلک الدرر" کے رد میں لکھا اور تفہیمات" کی عبارت کی بخوبی شرح کی جس سے واضح فرمایا کہ اس عبارت سے اثبات معجزہ شق القمر کا اثبات ہوتا ہے۔ نہ کہ انکار اس کے خاتمہ میں "علمائے حرمین شریفین" اور علمائے ہندوستان کے اکیسو پچاس کے قریب مہریں و دستخط کر دیئے۔ اور اپنی برأت دہلی، لکھنو، رامپور کے معتبر علمائے کرام مثلاً مولانا محمد زمان خان صاحب شاہجہانپوری، مولانا مؤید الدین دہلوی اور مولانا بدر الدین خانصاحب ملازم سرکار وغیرہم سے بیان کرائی اور دوسرے رسالے میں ثابت کیا کہ مولانا عبد الحلیم صاحب کو تفہیمات" کی عبارت سمجھ نہیں آئی ۔

ان دنوں سیف اللہ المسلول حضرت مولانا فضل رسول رحمۃ اللہ علیہ بدایونی کا قیام حیدر آباد میں تھا۔ آپ کی حسن تدبیر سے تفہیمات عبارت سے شق القمر کے معجزہ کے انکار کا اتہام اور مولانا احمد علی صاحب سے وہابیت کا الزام دفع ہوا۔ اور ثابت کیا گیا کہ مولانا احمد علی امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی تقلید پر قائم ہیں۔[۱]

مولوی حسن زمان مریدان حضرت مولانا محب النبی مولانا فخر الدین دہلوی نے بعض مقامات تفہیمات الہیہ اور حجۃ اللہ البالغہ وغیرہ پر اعتراض کر کے اس کا استفتاء قرار دیا۔ اور خود ہی اس کا جواب لکھا۔ آخر میں یوں لکھا :

این اقوال مردود و مسطور ناشی از غایت غوریت اندیس قائل کرن متبدع از اصحاب اہوائے باطلہ و ارباب آرائے عاطلہ مصداق "و اضلہ اللہ علی علم"، و معتقد فضل او در جہالت و پر ضلالت باشد۔[۲]

مولوی صاحب موصوف خاندان شاہ ولی اللہ کے مستفیدین میں سے بھی تھے۔ مولوی محمد زمان صاحب اس تحریر کے جواب میں یوں لکھا کہ مجیب کی تحریر ہے کہ معتقد فضل او در جہالت و پر ضلالت باشد" اور مولانا فخر الدین صاحب دہلوی جو ان کے پیران کبار سے ہیں وہ تو "مولانا بالفضل اولاً حضرت شاہ ولی اللہ کے فضل و کمال کے بڑے معتقد و مقر ہیں۔ چنانچہ اپنی کتاب "فخر الحسن" میں لکھتے ہیں

---

۱ : جامع الفتاوی ص ۶۴-۶۵ ج ۳ = ۱۲ ۔ ۲ القول المستحسن شرح فخر الحسن ص ۹۹ مطبوعہ دہلی ۱۲۶۷ھ

(صاحب المقامات العلیہ والکرامات الجلیہ الشیخ ولی اللہ المحدث سلمہ اللہ تعالےٰ)

مقامات وکرامات کا اقرار توصاف اعتقاد وفضل پر دلالت کرتا ہے اور مولوی فخر الدین صاحب علیہ الرحمۃ بڑے عالم وصوفی تھے۔ صوفی کی تحریر اعتقاد کے خلاف نہیں ہوتی یہ کیا بات ہے کہ پیر تو حضرت کے فضل وکمال کے معتقد ہوں اور مرید کہے کہ معتقد فضل او برجہالت وپیر ضلالت باشد[1]

گزشتہ مضمون کو پڑھنے کے بعد اب معاملہ بالکل واضح ہوگیا کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مسلک مشائخ مذہب احناف سے سرمو تفاوت نہیں ہٹے صرف اتنا لچک ہوئی کہ تحریک وہابیت کے پرستاروں کو گودمیں بٹھلانے سے گریز نہ فرماتے۔ اور وہ صرف اپنی تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے انہی وجوہ کو دیکھ کر معاصرین کو شبہ ہوجاتا اور کبھی فتویٰ بازی بھی ہوجاتی اور اعتراضات بھی ہوجاتے۔ لیکن کیا پتہ تھا کہ آپ کی اس روش سے وہابیوں کو غلط پراپیگنڈہ کو موقعہ مل جائے گا۔ چنانچہ لب کو وہابی تحریک مستقل طور خطۂ ہند میں جھنڈا لہراتی ہوئی آئی۔ جس کے سربراہ شاہ ولی اللہ صاحب کے گھر سے ہی میاں اسماعیل دہلوی بنے اور پورے زوروں پر ہندوپاکستان کو گھیرلیا۔ جس کی مفصل داستان فقیر نے "التحقیق الجلیل" میں عرض کردی ہے۔

اس پر مزید وہابیوں کو موقعہ مل گیا۔ اور انہوں نے شاہ ولی اللہ صاحب کو بھی وہابی ثابت کرنے کی خام کوشش کی۔ اس کی تصانیف میں اپنے عقائد ومسائل ملائے۔ اور پھر مستقل طور ان کے نام "تحفۃ الموحدین" اور "البلاغ المبین" دو کتابیں شائع کردیں جو ہرگز ہرگز ان کی تصانیف میں سے نہیں چنانچہ تفصیل آتی ہے قبل اس کے ہم ان کی تفصیل عرض کروں شاہ صاحب کی تصانیف ملاحظہ ہوں۔

تفسیر

قرآن

۱:۔ فتح الرحمٰن فی ترجمۃ القرآن (۲) فوز الکبیر (۳) فتح الخبیر (۴) مقدمہ درفن ترجمہ قرآن (۵) تاویل الاحادیث فی رموز قصص الانبیاء۔

حدیث

۶۔ مسوی (شرح موطا عربی) (۷) مصفیٰ (شرح موطا) فارسی (۸) اربعون حدیثاً مسلسلۃ"

---

[1] : مقامات طریقت ۲۳۳

بالاشراف فی غالب سنۃ (۹) الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین (۱۰) النوادر من احادیث سید الاوائل والاواخر (۱۱) الفضل المبین فی المسلسل من حدیث النبی الامین (۱۲) الارشاد الی مہمات علم الاسناد (۱۳) تراجم البخاری (۱۴) شرح تراجم لبعض ابواب البخاری (۱۵) انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ واسانید وارثی رسول اللہ۔

فقہ وکلام وعقائد

(۱۶) حجۃ اللہ البالغہ (۱۷) البدور البازغہ (۱۸) الانصاف فی بیان سبب الاختلاف۔ (۱۹) عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید (۲۰) السر المکتوم فی اسباب تدوین العلوم۔ (۲۱) قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین (۲۲) المقالۃ الوضیۃ فی النصیحۃ والوصیۃ (وصیت نامہ) (۲۳) حسن العقیدہ (۲۴) المقدمۃ السنیہ (۲۵) فتح الودود فی معرفۃ الجنود (۲۶) مسلسلات (۲۷) رسالہ عقائد بصورت وصیت نامہ (فارسی) جس کا منظوم اردو ترجمہ سعادت یار خاں رنگین نے کیا ہے۔

تصوف وغیرہ

۲۸۔ التفہیمات الٰہیہ (۲۹) فیوض الحرمین (۳۰) القول الجمیل (۳۱) ہمعات (۳۲) سطعات (۳۳) لمحات (۳۴) الطاف القدس (۳۵) ہوامع شرح حزب البحر (۳۶) الخیر الکثیر (۳۷) شفاء القلوب (۳۸) کشف الغین فی شرح الرباعیتین (۳۹) زہراوین (۴۰) فیصلہ وحدت الوجود والشہود در مکتوب مدنی

سیر وسوانح

(۴۱) سرور المحزون (۴۲) ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء (۴۳-۴۹) انفاس العارفین[1] ۱۔ بوارق الولایت ۲۔ شوارق المعرفت، ۳۔ امداد فی مآثر الاجداد، ۴۔ بنذۃ الابریزیہ فی اللطیفۃ العزیزیہ، ۵ العطیۃ الصمدیہ فی الانفاس المحمدیہ، ۶۔ انسان العین فی مشائخ الحرمین، ۷ جزء اللطیف فی ترجمۃ العبد الضعیف۔

مکتوبات

(۵۰) مکتوبات مع مناقب ابی عبد اللہ (۵۱) مکتوب المعارف مع ضمیمہ مکتوب ثلاثہ (۵۲) مکتوبات فارسی (مشمولہ کلمات طیبات) (۵۳) مکتوبات عربی (مشمولہ حیات ولی) (۵۴) مکتوبات (شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات، مرتبہ خلیق احمد نظامی)

نظم

(۵۵) الطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم، یہ بائیہ قصیدہ ہے اس کے ساتھ تین اور قصیدے

[1] انفاس العارفین میں سات مختلف رسالے شامل ہیں۔

ہمزیہ، بائیہ اور لامیہ بھی شامل ہیں۔ (۵۶) دیوان اشعار عربی، جس کو شاہ عبدالعزیز نے جمع کیا اور شاہ رفیع الدین نے مرتب کیا ہے

صرف - (۵۷) نظم صرف میر (فارسی)

متفرق (۵۸) رسالہ دانشمندی

شاہ ولی اللہ صاحب کی تصانیف کی ایک مکمل فہرست ہم نے پیش کی ہے ان میں سے بیشتر کتابیں طبع ہو چکی ہیں اور ان کی زیارت کا ہمیں شرف حاصل ہوا ہے شاہ صاحب کی تصانیف سب سے پہلے مولوی عبداللہ بن بہادر علی حسینی نے کلکتہ سے طبع و شائع کیں۔

شاہ ولی اللہ دہلوی سے منسوب بعض ایسے رسالے بھی ملتے ہیں جو شاہ صاحب کی تصنیف نہیں ہیں۔ اور لوگوں نے شاہ صاحب سے منسوب کرکے چھاپ دیئے ہیں یا شاہ صاحب کی تصنیف بتاتے ہیں۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلا نام مرزا علی لطف مؤلف تذکرہ گلشن ہند کا ہے یہ تذکرہ ۱۸۰۱ء میں تالیف ہوا ہے۔ مرزا علی لطف نے ولی اللہ سرہندی المتخلص بہ اشتیاق کو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سمجھ کر ان کی ہجو کی ہے اور ان سے دو کتابیں منسوب کی ہیں وہ لکھتا ہے [۱]

"فی الحقیقت مرتبہ علم کا اس عالی جناب (شاہ ولی اللہ محدث دہلوی) کے نہایت بلند تھا خصوصاً علم حدیث اور تفسیر میں بہت بڑی دستگاہ رکھتے تھے یہاں تک کہ اسم گرامی اس برگزیدہ روزگار کا زبان خلائق پر آج کے دن تک شاہ ولی اللہ محدث کرکے جاری ہے۔ اکثر کتابیں تصنیف اس بحر علم کی مشہور رہیں چنانچہ دو نسخے کہ ایک کا نام "قرۃ العین فی ابطال شہادۃ الحسین" ہے اور دوسرے کا نام "جنت العالیہ فی مناقب المعاویہ" کہتے ہیں تصنیفات سے اس محی الدین کی یادگار صفحہ روزگار پر ہیں، والد ماجد ہیں یہ اس رونق بخش کشور قناعت کے کہ جس کا نام نامی مولوی عبدالعزیز ہے۔ آج کے دن تک قدم توکل گاڑے ہوئے شاہجہاں آباد میں بیٹھے ہوئے ہیں۔

شبلی نعمانی اس تحریر کا رد کرتے ہوئے حاشیہ میں لکھتے ہیں [۲]

"دونوں نام غلط ہیں۔ پہلی کتاب تفضیل شیخین [۳] میں ہے شہادت امام حسین علیہ السلام

---

[۱] گلشن ہند از مرزا علی لطف، تصحیح و حاشیہ از شبلی نعمانی و مقدمہ از مولوی عبدالحق ص ۱۹۴ (حیدرآباد دکن سنہ ۱۹۰۶ء)

[۲] ایضاً ص ۱۹۳

[۳] کتاب کا نام "قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین" ہے۔ اس کتاب کا فقیر اویسی غفرلہ نے مطالعہ کیا ہے۔ اور فقیر کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

کے ابطال سے خدا نخواستہ اس کا تعلق نہیں اور دوسری کتاب تو بالکل فرضی ہے معاویہ رضی اللہ عنہ کے مناقب میں ان کی کوئی کتاب نہیں"۔

بابائے اردو مولوی عبدالحق نے بھی اسی نقطۂ نظر کو قبول کیا ہے مقدمہ میں لکھتے ہیں[1]

"صاحب تذکرہ مرزا علی لطف نے بعض مقامات پر پردے ہی پردے میں خوب چوٹیں کی ہیں۔ جن میں تعصب کی جھلک نظر آتی ہے مثلاً شاہ ولی اللہ صاحب کی نسبت لکھا ہے کہ "قرۃ العین فی ابطال شہادۃ الحسین" اور "جنت العالیہ فی مناقب المعاویہ" ان کی تصانیف سے ہیں حالانکہ ان مباحث میں ان کی کوئی کتاب نہیں ہے نہ شہادت حسین کا ابطال کیا ہے اور نہ مناقب معاویہ میں کوئی کتاب لکھی ہے یہ محض اتہام ہے اس کے بعد یہ کہہ کر کہ "یہ والد ہیں شاہ عبدالعزیز کے" خوب ہجو ملیح کی ہے"۔

اسحاق دہلوی صاحب (م ۱۲۶۲ھ/ ۱۸۴۵ء) جب ۱۲۵۷ھ/ ۱۸۴۱ء میں حجاز کو ہجرت کر گئے تو دہلی میں تقلید و عدم تقلید کے مباحث نے خوب زور پکڑا۔ مقلدین و غیر مقلدین کے درمیان مناظرے ہوئے اور ان مباحث پر طرفین سے رسالے اور کتابیں لکھی گئیں[2] اسی زمانے میں بعض جعلی کتابیں بھی وجود میں آئیں حضرت قاری عبدالرحمٰن محدث پانی پتی (م ۱۳۱۴ھ/ ۱۸۹۶ء) اپنی ایک تالیف کشف الحجاب میں لکھتے ہیں[3]

"اور ایسا ہی ایک اور جعل (غیر مقلدین) کرتے ہیں کہ سوال کسی مسئلہ کا بنا کر اور اس کا جواب موافق اپنے مطلب کے لکھ کر علمائے سابقین کے نام سے چھپواتے ہیں، چنانچہ بعض مسئلے مولانا شاہ عبدالعزیز کے نام سے اور بعض مسئلے مولوی حیدر علی کے نام سے علیٰ ہذا القیاس چھپوائے ہیں"۔

شاہ ولی اللہ دہلوی کے خاندان کے ایک فرد اور ان کی تصنیفات کے مشہور ناشر ظہیر الدین سید احمد ولی اللہی نبیرہ شاہ رفیع الدین دہلوی جنہوں نے شاہ صاحب کی تصانیف کی بڑی

---

[1] گلشن ہند (مقدمہ) ص ۲۵

[2] تفصیل کے لئے دیکھئے تنبیہ الضالین و ہدایۃ الصالحین (مجموعۂ فتاوائے علمائے دہلی و حرمین شریفین در جواز تقلید) مطبوعہ مطبع سید الاخبار دہلی، ۱۲۶۲ھ/ ۱۸۴۵ء)

[3] کشف الحجاب از قاری عبدالرحمٰن محدث پانی پتی ص ۹۲ (مطبع بہار کشمیر لکھنؤ ۱۲۹۸ھ)

تعداد طبع و شائع کر کے وقف عام کی ہے انھوں نے سب سے پہلے اس کی طرف توجہ دلائی چنانچہ وہ شاہ صاحب کی ایک کتاب "تاویل الاحادیث فی رموز قصص الانبیاء" کے آخر میں لکھتے ہیں [۱]

"بعد حمد و صلوٰۃ کے بندہ محمد ظہیر الدین عرف سید احمد اول گزارش کرتا ہے۔ بیچ خدمت شائقین تصانیف حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب و مولانا شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کہ آج کل بعض لوگوں نے بعض تصانیف کو اس خاندان کی طرف منسوب کر دیا ہے اور درحقیقت وہ تصانیف اس خاندان میں سے کسی کی نہیں اور بعض لوگوں نے جو ان کی تصانیف میں اپنے عقیدہ کے خلاف بات پائی تو اس پر حاشیہ چڑھا اور موقعہ پایا تو عبارت کو تغیر و تبدل کر دیا تو میرے اس کہنے سے یہ عرض ہے کہ جو اب تصانیف ان کی چھپیں اچھی طرح اطمینان کر لیا جائے۔ جب خریدنی چاہیں"

تمہید نمبر ۲

ظہیر الدین صاحب اس سلسلہ میں مزید وضاحت شاہ صاحب کی ایک دوسری تصنیف "انفاس العارفین" کے آخر میں "التماس ضروری" کے عنوان سے کرتے ہیں اور اس میں جعلی کتابوں کے نام اور ناشرین کی بھی نشاندہی کرتے ہیں [۲]

"دوسری التماس آپ نے ملاحظہ فرمانے کے لائق یہ بھی ہے کہ فی زمانہ "الدنیا ذرۃ لا یحصلھا الا بالزور" کو بعض حضرات نے کمر باندھی ہے اور دنیا کمانے کے واسطے حضرات موصوفین (شاہ ولی اللہ اور ان کے اخلاف) کی طرف اکثر کتابیں منسوب کر کے چھاپ دی ہیں۔ جو کسی طرح ان حضرات کی تصنیف میں سے نہیں ہیں۔ اور ارباب بصیرت ان کو پڑھ کر ان کے عیب اور مفاسد کو اس طرح جان لیتے ہیں جس طرح ایک تجربہ کار نقاد کھرے کھوٹے کو کسوٹی پر لگا کر پہچان لیتا ہے۔ مگر چونکہ بقولے العوام کالانعام بیچارے اردو پڑھنے والے علم سے بے بہرہ لوگ اکثر ان جعلی اور مصنوعی رسائل کو پڑھ کر ضلالت و گمراہی میں مبتلا

(باقی باقی انشاء اللہ)

[۱] تاویل الاحادیث فی رموز قصص الانبیاء از شاہ ولی اللہ دہلوی مطبوعہ مطبع احمدی کلاں محل متعلق مدرسہ عزیزیہ دہلی باہتمام ظہیر الدین ولی اللٰہی (سال طباعت ندارد)

[۲] انفاس العارفین از شاہ ولی اللہ دہلوی مطبوعہ مطبع احمدی دہلی متعلق مدرسہ عزیزی باہتمام ظہیر الدین ولی اللٰہی۔

باقی مضمون ماہ صفر ۱۳۹۱ھ میں ملاحظہ فرمائیں

مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اسی واسطے میرا فرض ہے کہ میں ان رسائل کے نام اس کاغذ کوتاہ میں لکھ دوں اور اپنے دین دار بھائیوں کو ارباب زمانہ کی گندم نمائی اور جو فروشی سے آگاہ کر دوں آگے اس پر عمل کرنا نہ کرنا ان کا فعل ہے۔

منت آنچہ حق بود گفتم تمام
تو دانی و گر بعد ازیں والسلام

اور وہ جعلی و مصنوعی رسائل یہ ہیں۔

۱۔ تحفۃ الموحدین	مطبوعہ اکمل المطابع دہلی	منسوب بر طرف حضرت شاہ ولی اللہ صاحب
۲۔ بلاغ المبین	مطبوعہ لاہور	
۳۔ تفسیر موضح القرآن	مطبوعہ مطبع خادم الاسلام دہلی	منسوب بر طرف شاہ عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

فائدہ

شاہ عبد القادر نے قرآن کریم کا اردو ترجمہ ۱۲۰۵ھ میں مکمل کیا۔ اس پر مختصر تفسیری حاشیے ہیں اس ترجمہ کا تاریخی نام "موضح قرآن" ہے۔ "موضح القرآن" نہیں ہے "تفسیر مولانا شاہ عبد اللطیف المعروف بموضح القرآن" کے نام سے ایک تفسیر ابو محمد ثابت علی اعظم گڑھی اور غلام حسین منوگیری نے ۱۳۰۷ھ میں مطبع خادم الاسلام دہلی سے طبع کرا کے شائع کی یہ کتاب سات جلدوں میں طبع ہوئی ہے اس کی دوسری جلد پر میاں نذیر حسین دہلوی غیر مقلد کے داماد مولوی سید شاہجہان کی تقریظ ہے۔ اور آخر کتاب میں اشتہار ہے کہ شہر دہلی پھاٹک حبش خان مدرسہ مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب سے طلب فرمائیں اس تفسیر کی طرف سید ظہیر الدین نے اشارہ کیا ہے۔ مزید تحقیق فقیر کی کتاب تذکرہ علمائے اہلسنت میں ذکر شاہ عبد اللطیف دہلوی میں ملاحظہ فرمائیں۔

۴۔ ملفوظات ؎	مطبوعہ میرٹھ	منسوب بر طرف حضرت مولانا شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ

المشتہر سید ظہیر الدین احمد مالک مطبع احمدی دکان اسلامیہ دہلی

؎ ملفوظات شاہ عبد العزیز (فارسی) کا پہلا اڈیشن مطبع مجتبائی میرٹھ سے ۱۳۱۴ھ / ۱۸۹۶ء [illegible] مطبع ہاشمی میرٹھ سے ۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۷ء میں ان ملفوظات عزیزی کا اردو ترجمہ سب سے پہلے شائع ہوا [illegible] غلطیاں محمد ہاشم نے انجام دیئے تھے ۱۹۶۰ء میں ملفوظات شاہ عبد العزیز کا اردو ترجمہ پاکستان ایجوکیشنل پبلشرز کراچی [illegible] مولوی محمد علی لطفی اور مفتی انتظام اللہ شہابی نے [illegible] معین الحق صاحب نے تحریر فرمایا ہے۔

گذشتہ مضمون ذوالحج ۹۰ھ اور محرم سنہ ۹۱ھ میں ملاحظہ ہو

ایک محقق عالم مولانا وکیل احمد سکندر پوری بلاغ المبین کے متعلق اپنی تصنیف وسیلۂ جلیلہ میں لکھتے ہیں کہ

" یہ کتاب (البلاغ المبین) کسی وہابی کی تصنیف ہے جسے کافی ایات نقلی مگر اعتبار واستناد کیلئے مولانا شاہ ولی اللہؒ کی طرف منسوب کی گئی اس کا انتساب ایسا ہی ہے جیسے دیوان مخفی کا زیب النساء کی طرف یا دیوان محی کا حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی کی طرف یا دیوان معین الدین ہروی کا حضرت معین الدین چشتی کی طرف۔

تحفۃ الموحدین سب سے پہلے اکمل المطابع دہلی میں طبع ہوا۔ پھر قیام پاکستان کے بعد مرکزی جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان کے ادارہ اشاعۃ السنہ نے رجب ۱۳۷۳ھ میں اسے دوبارہ شائع کیا اس رسالہ کے شروع میں ادارہ کے ناظم محمد اسحٰق صاحب نے " سخن گفتنی " کے عنوان سے مندرجہ ذیل عبارت لکھی ہے ؎

" حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا توحید کے مسئلہ پر ایک مختصر لیکن جامع رسالہ تحفۃ الموحدین نصف صدی کے قریب کا عرصہ ہوا افضل المطابع دہلی سے شائع ہوا تھا رسالہ فارسی میں ہے اس کا ترجمہ حضرت شاہ صاحب موصوف کے ایک سوانح نگار مولانا حافظ محمد رحیم بخش دہلوی نے کیا "

طبع ثانی کی اشاعت ہمارے پیش نظر ہے۔ اس میں تحفۃ الموحدین کے سرورق پر " مصنفہ یا مؤلفہ شاہ ولی اللہؒ " تحریر نہیں ہے۔ بلکہ از افادات شاہ ولی اللہ دہلوی لکھا ہوا ہے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ناشر اس سلسلے میں خود متردد ہے لہذا اس نے اس رسالہ کا اعتبار قائم کرنے کیلئے اس کا مترجم " حیات ولی " کے مؤلف مولانا رحیم بخش دہلوی کو بتایا ہے حالانکہ حیات ولی میں مولانا رحیم بخش دہلوی نے شاہ ولی اللہ کی جو فہرست تصانیف درج کی ہے اس میں کہیں تحفۃ الموحدین یا بلاغ المبین کا ذکر نہیں ہے ؎

تحفۃ الموحدین کے آغاز میں مصنف کا نام " ولی اللہ دہلوی " تحریر ہے شاہ صاحب کی تصانیف کی ایک بڑی قدر اول کی زیارت کا ہمیں شرف حاصل ہے۔ ان میں کہیں صرف ان کے نام کے ساتھ " دہلوی " کی نسبت تحریر نہیں ہے۔ وہ ہر جگہ " فقیر ولی اللہ " یا " ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم " لکھتے ہیں۔

لہ وسیلۂ جلیلہ از مولانا وکیل احمد سکندر پوری ص ۲۳ مطبع یوسفی لکھنؤ سال طباعت ندارد

لہ تحفۃ الموحدین ص ۲، شائع کردہ ادارہ اشاعت السنہ، مرکزی جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان ۱۳۷۳ھ

لہ ملاحظہ ہو " حیات ولی " از مولانا رحیم بخش دہلوی ۴۵۲ ۔۔۔۔۔۔ ۵۸۸ (المکتبۃ السلفیۃ لاہور ۱۹۵۵)

البلاغ المبین پہلی مرتبہ سب سے پہلے مطبع محمدی لاہور سے ۱۳۰۱ھ میں طبع و شائع ہوئی۔ طابع و ناشر نے کہیں اس بات کا ذکر نہیں کیا کہ اس کو اس کتاب کا قلمی نسخہ کہاں سے دستیاب ہوا۔ حالانکہ ایک غیر مقلد مولوی فقیر اللہ اس کے طابع و ناشر ہیں اور مزید لطف کی بات یہ ہے کہ البلاغ المبین میں کہیں مصنف کی حیثیت سے شاہ ولی اللہ کا نام نہیں ہے۔ شاہ صاحب کی ہر تصنیف کے آغاز میں شاہ صاحب کا نام موجود ہوتا ہے۔ مگر البلاغ المبین میں ایسا نہیں ہے۔

ان دونوں کتابوں کی زبان طرز بیان اور طریقہ استدلال شاہ ولی اللہ دہلوی سے بالکل مختلف ہے۔

مگر غیر مستند اور وضعی حدیثوں سے استدلال کیا گیا ہے [۱]

ان میں صوفیاء کے اقوال اور ان کے ملفوظات کے حوالے ملتے ہیں۔ صاحب مجالس الابرار (شیخ احمد رومی) شیخ عبد الحق دہلوی اور ابن تیمیہ کے حوالہ جات کی کثرت ہے۔ بلکہ ایسا ہوتا ہے کہ خاص طور سے ابن تیمیہ (ف ۷۲۸ھ/۱۳۲۸ء) کا پروپیگنڈہ مقصود ہے [۲]۔ چنانچہ ان کا نام اس طرح لکھا گیا ہے [۳]

"علامہ ابو العباس احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام مفتی ملک شام"

ملک کے مشہور (غیر مقلد) محقق و مورخ مولانا غلام رسول مہر لکھتے ہیں [۴]

"البلاغ المبین تو یقیناً شاہ ولی اللہ کی کتاب نہیں، اس کا اسلوب تحریر و طریقے ترتیب مطالب شاہ صاحب کی تمام تصانیف سے متفاوت ہیں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ ابتدائی دور کی تصنیف ہوگی" یہ مہر صاحب کا خیال ہے ورنہ ابتداً انتہا ہر لحاظ سے یہ کتاب شاہ صاحب کی تصنیف نہیں۔

ان دونوں کتابوں عقیدۃ الموحدین اور بلاغ المبین کا شاہ صاحب کی تصنیفات ہیں یا ان کے صاحبزادگان

---

[۱] مولانا عطاء اللہ حنیف صاحب و مولوی فقیر اللہ نے حواشی میں اکثر اس طرح اشارہ کیا ہے ملاحظہ ہو بلاغ المبین صہ ۵۲، ۵۵ نیا (لاہور ۱۹۶۲ء)

[۲] ملاحظہ ہو البلاغ المبین صہ ۶۰، ۹۹ (شائع کردہ مکتبہ السلفیہ لاہور ۱۹۶۲ء)

[۳] ایک موقع پر حضرت شاہ ولی اللہ نے ابن تیمیہ کے سلسلہ میں ایک خط لکھا ہے اس میں انہوں نے ان کو "شیخ تقی الدین احمد بن تیمیہ" لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو مکتوبات مناقب ابی عبد اللہ محمد بن اسمٰعیل البخاری صہ ۹۶ (مطبع احمدی دہلی، سال طباعت ندارد)

[۴] مکتوبات غلام رسول مہر بنام محمد ایوب قادری مکتوبہ ۲۸ فروری ۱۹۶۲ء

کی تصنیفات میں یا ان کے مستفیدین کی تصنیفات میں کوئی ذکر یا حوالہ نہیں تھا شاہ صاحب کے سوانح نگار اوّل[1] مولانا رحیم بخش دہلوی مؤلف حیات ولی بھی ان کتابوں کا قطعاً ذکر نہیں کرتے دوسرے تذکرہ نگار مولوی رحمان علی مؤلف تذکرہ علمائے ہند[2] مولوی فقیر محمد جہلمی مؤلف حدائق الحنفیہ[3] نواب صدیق حسن خاں مؤلف ابجد العلوم[4] مولوی حکیم عبدالحی مؤلف نزہتہ الخواطر[5] اور محمد ابراہیم سیالکوٹی مؤلف تاریخ اہل حدیث کے یہاں بھی ان کتابوں کا ذکر نہیں ملتا۔ اور ابو یحییٰ نوشہروی مؤلف تراجم علمائے اہل حدیث نے تحفۃ الموحدین کا ذکر نہیں کیا محمد عبدالرحیم ضیا جو شاہ صاحب اور ان کے خاندان کے حالات کا بہت بڑا واقف ہے اس نے بھی اپنی کتاب "مقالات طریقت" میں ان دونوں تصنیفوں کا نام نہیں لیا[6]۔

البلاغ المبین کا اردو ترجمہ تبلیغ حق کے نام سے ۱۲۹۲ھ میں حیدرآباد دکن سے شائع ہوا۔ اسی پر مولوی علام [illegible] رشتانیہ، مؤلف تذکرہ سلیمان نے سلیمان ندوی سے دریافت کیا[7]

"البلاغ المبین کے نام سے ایک کتاب اہل حدیث حضرت کی طرف سے شائع ہوئی ہے اور اس کو مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی بتایا گیا ہے کیا یہ کتاب واقعتاً شاہ صاحب کی ہے اور اگر ہے تو اس میں بعض مسائل ایسے ہیں جن میں شدت حد اعتدال سے زائد ہے"

مولوی غلام محمد صاحب نے قوسین میں اس کا جواب اس طرح لکھا ہے[8]

"البلاغ تحقیق سے پتہ چلا اور خود حضرت والا (مولانا سلیمان ندوی) نے بھی تصدیق

---

[1] حیات ولی از رحیم بخش دہلوی صفحہ ۵۲۵ - ۵۰۸ (مکتبہ السلفیہ لاہور ۱۹۵۵ء)
[2] تذکرہ علمائے ہند از رحمان علی، مرتبہ و ترجمہ محمد ایوب قادری [illegible] (پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی ۱۹۶۱ء)
[3] حدائق الحنفیہ از مولوی فقیر محمد جہلمی صفحہ ۲۲ – ۲۳۸ (نول کشور پریس لکھنؤ ۱۹۰۶ء)
[4] ابجد العلوم از نواب صدیق حسن خان صفحہ ۹۱۲ - ۹۱۰ (مطبع صدیقی بھوپال ۱۲۹۲ھ)
[5] نزہتہ الخواطر تالیف شمس العلماء مولوی حکیم عبدالحی ج ۶ – ۳۹۰ – ۴۱۵ دائرۃ المعارف، حیدرآباد دکن ۱۹۵۷ء
[6] تراجم علمائے اہل حدیث [illegible] (۱۰ - ۱۲)
[7] تذکرہ سلیمان از غلام محمد ۴۹۹ (ادارہ مجلس علمی، کراچی ۱۹۶۰ء)
[8] مقالات طریقت مؤلفہ [illegible] مرتبہ محمد عبدالرحیم ضیا ۹۰ – ۱۲ مطبع منشی کرتان واقع حیدرآباد ۱۲۹۲ھ

فرمائی کہ یہ شاہ ولی اللہ صاحب کی تصنیف ہے ہی نہیں، بلکہ کسی نے لکھ کر ان کی طرف منسوب کردی ہے تاکہ شاہ صاحب کو ماننے والے ان عقائد کو مان لیں۔"

شاہ ولی اللہ دہلوی سے منسوب ایک رسالے کی نشاندہی محمد علی کاندھلوی خواہر زادہ محمد ادریس کاندھلوی نے بھی کی ہے وہ لکھتے ہیں۔

"میری حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہتی جب میں سنتا ہوں کہ لوگ غیر مقلدیت کو پروان چڑھانے کیلئے حضرت شاہ صاحب کی کتابوں سے ادھوری اور تراشیدہ عبارتیں نقل کرکے بیچارے عوام کو دھوکا دیتے ہیں یہی نہیں بلکہ "قول سدید" کے نام پر ایک من گھڑت کتاب کو شاہ صاحب سے منسوب کرتے ہیں۔"

اس سلسلہ میں ایک اور رسالہ کا ذکر بھی ضروری ہے جس کا نام "اشارہ مسترہ" ہے اس کو شاہ صاحب کی تصنیف بتایا گیا ہے اس رسالہ کو اردو ترجمہ کے ساتھ فضل الرحمٰن صاحب مدرس جامعہ ملیہ اسلامیہ نے ۱۳۵۵ھ ۱۹۳۶ء میں مکتبہ عربیہ قرول باغ دہلی سے شائع کیا گیا ہے۔ مترجم نے آخر میں لکھا ہے کہ اس کا مخطوطہ ٹونک کے کتب خانہ سے حاصل ہوا تھا۔ جو ۵-۴ ۱۲۸۱ھ کا مکتوب تھا۔

شاہ صاحب کی فہرست تصانیف میں دو رسالے (۱) رسالہ اول اور (۲) فیما یجب حفظہ للناظر بھی ناشرین کی عدم توجہ سے شامل ہو گئے ہیں۔ جن میں پہلا رسالہ تو شیخ محمد سعید بن شیخ محمد سنبل کا مؤلفہ ہے اور دوسرا رسالہ شاہ ولی اللہ صاحب کے کسی شاگرد نے لکھا ہے جس میں شاہ صاحب کا ذکر "شیخنا" کی صراحت کے ساتھ کیا ہے۔

مزید براں

شاہ صاحب کے حالات اور ان کی تصنیفات پر حیات ولی کے مصنف نے بڑی محنت کی ہے۔ لیکن اس نے "تحفۃ الموحدین، البلاغ المبین" دونوں کتابوں کا ذکر باب تصنیفات میں نہیں کیا۔ چنانچہ غیر مقلدین اس کا اعتراف بھی ہے چنانچہ سلفیہ لاہور کے ناظم مکتبہ نے حاشیہ پر لکھا ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ مصنف (حیات ولی) نے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے ایک رسالہ تحفۃ الموحدین کا خود ترجمہ کرکے مطبع افضل المطابع میں اسکو طبع کرایا۔ لیکن یہاں ان کی فہرست تالیفات میں اس کا ذکر نہیں کیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کی تصنیف کے وقت انکو رسالہ تحفۃ الموحدین دستیاب نہیں ہو سکا الخ

صفحہ ۵ حاشیہ ۱

اہل انصاف

ان دونوں کتابوں (تحفۃ الموحدین، البلاغ المبین) کو غور سے دیکھیں قطع نظر فارسی عبارت کی غلطیوں کے تمام بیان "تقویۃ الایمان" کے مطابق ہے۔ ان دونوں میں بر ان مسائل کے خود شاہ صاحب زندگی بھر عامل رہے اور ان معمولات پر مستقل تصنیفیں تالیف فرمائیں اور آپکے وصال شریف کے بعد ان مسائل پر آپ کے خاندان کا عمل رہا۔ مشتے نمونہ خروار ملاحظہ ہو۔

اہلسنت کے عقائد و مسائل اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہٗ

(۱) فاض علیّ من جنابہ المقدس صلی اللہ علیہ وسلم کیفیۃ ترقی العبد من حیزہ الی حیزۃ القدس فیتجلی لہ کل شیء کما اخبر عن ھذا المشھد فی قصۃ المعراج المنامی۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس سے مجھ پر اس حالت کا علم فائض ہوا کہ بندہ اپنے مقام سے مقام قدس تک کیونکر ترقی کرتا ہے کہ ہر چیز اس پر روشن ہو جاتی ہے۔ جس طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس مقام سے معراج خواب کے قصے میں خبر دی۔

فیوض الحرمین ص

(ف) اس حوالہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اولیاء کرام کیلئے علم کلی کا ثبوت بہم پہونچایا۔

(۲) قضائے حاجت کیلئے ایک ختم کی ترکیب یوں لکھی۔

اول دو رکعت نفل بعد ازاں یکصد و یازدہ بار درود بعد ازاں یکصد و یازدہ بار کلمہ تمجید و یکصد و یازدہ بار شیئاً للہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ ص

(ف) اس حوالہ سے وظیفہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی پڑھنے کا ثبوت اور ندائے بغیر اللہ اور پھر استعانت کا ثبوت ملا۔

(۳) کنت قبل ذلک بمکۃ المعظمۃ فی مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی یوم ولادتہ والناس یصلون علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویذکرون ارہاصاتہ

میں اس سے پہلے مکہ معظمہ میں مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں بروز ولادت یعنی بارھویں تاریخ الاول کی، وہ لوگ درود شریف پڑھتے تھے اور وہ کلمات ذکر کرتے تھے جو بوقت ولادت ظاہر ہوئی اور وہ

التی ظهرت فی ولادته و مشاهدة قبل بعثته فرأيت انوارا سطعت دفعة واحدة لا اقول انی ادرکتها ببصر الجسد ولا اقول ادرکتها ببصر الروح فقط والله اعلم کیف کان الامر بين هذا و ذلک فتاملت تلک الانوار فوجدتها من قبل الملائکة الموکلين بامثال هذه المشاهد بامثال هذه المجالس ورأيت يخالطه انوار الملائکة انوار الرحمة (فيوض الحرمين)

حالتیں جو قبل نبوت وقوع میں آئیں تب میں نے دیکھا کہ یکایک انوار غیبی منجلی ہو گئے۔ میں نہیں کہہ سکتا ہوں کہ میں نے یہ انوار ظاہری آنکھ سے دیکھا یا باطنی آنکھ اور بصیرت روحی سے اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے کہ وہ کیا عالم تھا درمیان ظاہر و باطن کے غرض میں نے تامل کر کے غور سے ان انوار کو دیکھا تو وہ اُن فرشتوں کے انوار تھے جن کو حق تعالیٰ نے معین کر رکھا ہے اس بات پر کہ ایسے ایسے مقامات میں اور ایسی ایسی مجلسوں میں حاضر ہوا کریں اور یہ بھی میں نے دیکھا کہ انوار ملائکہ کے ساتھ انوار رحمت کا خلط ملط ہو رہا تھا یعنی ایک تو ملائکہ خود اجسام نوری ہوتے ہیں دوسرے انوار رحمت جو اس مجلس کیلئے نازل ہوئے یہ دونوں نور ملکر مجلس نور علی نور ہو رہی تھی۔

ف: دیکھئے شاہ صاحب نے مجلس میلاد میں شرکت کر کے اہلسنت کے معمولات پر کس طرح مہر ثبت فرمائی اور مزید برآں مجلس میلاد پر انوار باری کی بارش کا معائنہ فرمائی۔ دیوبندیوں وہابیوں کے تمام دعاوی باطل کر دیئے جبکہ یہ لوگ مجلس میلاد کو کس طرح گندی تشبیہیں دیتے ہیں اور اس مجلس میں شریک ہونے والوں کو کیسے گندے گندے فتاوی سے نوازتے ہیں۔

(۲) اخبرنی سیدی الوالد قال کنت اصنع فی ايام المولد طعاما صلة بالنبی صلى الله عليه وسلم فلم يفتح لی سنة من السنين شیء اصنع به طعاما فلم اجد الا حمصا مقليا فقسمته بين الناس فرأيته صلى الله عليه وسلم وبين يديه هذه الحمص متبهجا بشاشا۔

مجھے میرے باپ نے خبر دی ہے کہ ایام مولد شریف میں میں کھانا پکایا کرتا تھا تاکہ مجھے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا قرب نصیب ہو۔ ایک سال مجھے کچھ ہاتھ نہ آیا جس سے کھانا پکواتا صرف بھنے ہوئے چنے موجود تھے وہی لوگوں میں بانٹ دیئے۔ پھر میں نے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ کے آگے چنے رکھے ہوئے ہیں اور آپ ایسے خوش ہیں کہ چہرہ پر بشاشت ظاہر ہے۔

(الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین ص ۴۰) "ملاحظہ ہو فقیر کے رسالہ میلاد"

(ف) یہ حوالہ اگرچہ ان کے والد مرحوم کا ہے لیکن چونکہ وہ ناقل ہیں اور نقل کر کے تردید نہیں فرمائی بلکہ تائید لکھی جس سے صراحۃً میلاد شریف کا ثبوت ان کے معمولات میں شامل ہوگا۔ اور اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ میلاد کرنے والوں کو بارگاہ رسالت میں بہت بڑی رسائی نصیب ہوتی ہے۔

(۵) قصیدہ اطیب النغم میں ہے۔

وصلی علیك الله یاخیر خلقہ
ویاخیر مامول ویاخیر
واھب ویامن یرجی للکشف
رزیۃ ومن جودہ قدفاق
جود سحاب

اللہ تعالیٰ آپ پر اے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم رحم کرے۔ اے تمام خلقت سے اچھے اور اچھے اُمید کئے گئے واسطے کشف مصیبت کے اور بخشش آپ کی فائق ہے بادشوں والے ابر کی بخشش۔

(ف) اس حوالہ میں ایک طرف خطاب غائبانہ دوسرے استمداد از نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم یہ دونوں فعل وہابیہ دیوبندیہ کے نزدیک شرک ہیں۔

یہ مشتے نمونہ خروار چند ایک حوالے پیش کئے ہیں ورنہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ کی ذات بابرکات کے متعلق سنی حنفی ہونے کا انکار سورج کی چمک اور چاند کی چاندنی کا انکار کرنا ہے یہ علیحدہ بات ہے کہ دیوبندی بزعم خویش اپنا ہمنوا مانتے ہیں اور غیر مقلدین اپنا پیشوا۔ یہ دونوں پارٹیاں اپنی من مانی بات کو نشر کریں۔ ان کی مرضی ورنہ شاہ صاحب کی تصانیف انہیں اجازت نہیں دیتیں اور نہ ہی غلط حوالہ جات ان کی تصانیف سے بنا کر ان کو مسلک سے ہٹایا جا سکتا ہے۔ اور تحفۃ الموحدین اور البلاغ المبین ان کے نام منسوب کرکے عوام کو بہکایا جا رہا ہے۔ جب تک اسلام زندہ ہے شاہ صاحب کی شخصیت کو مسخ نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ جب دجال آگیا تو پھر ان صاحبان کو کھل کھیلنے کی اجازت عام ہوگی۔

شاہ صاحب کے قصیدہ کے چند اشعار تبرکاً حاضر ہیں۔ جنہیں ناظرین دیکھ کر شاہ صاحب ان کے مسلک کو خود ہی سمجھ لیں۔

(باقی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

صرف تبرکاً چند اشعار

اطیب النغم مع شرح

از حضرت مولانا شاہ ولی اللہ دھلوی رحمۃ اللہ علیہ

ملاحظہ نبوت

نبوت سے کے ان دلائل کے بیان میں ہے جس میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم کے وجود مسعود کی بشارتیں پہلے انبیاء نے دیں اس اثناء میں حضور صلی اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم کے نسب پاک کی طرف بھی اشارہ ہے

ع۱

سُلَالَۃُ اِسْمَاعِیْلَ وَالْعِرْقُ نَازِعٌ
وَاَشْرَفُ بَیْتٍ مِنْ لُؤَیِّ بْنِ غَالِبٍ

حل مشکل الفاظ:۔ سُلالہ کسی چیز سے نکلا ہوا خلاصہ۔ عرق۔ جڑ۔ نَازِعٌ کھینچنے والا۔

ترجمہ:۔ یعنی حضور کریم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم حضرت اسماعیل کی اولاد کا خلاصہ ہیں اور اصل فرع کو اپنی طرف کھینچنے والا ہوتا ہے اور حضورؐ کا قبیلہ لوی بن غالب کی اولاد میں شریف ترین قبیلہ ہے اس شعر میں اس حدیث پاک کی طرف اشارہ ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی کِنَانَۃَ مِنْ وُلْدِ اِسْمَاعِیْلَ وَاصْطَفٰی قُرَیْشًا مِنْ کِنَانَۃَ وَاصْطَفٰی مِنْ قُرَیْشٍ بَنِی ہَاشِمٍ وَاصْطَفَانِیْ مِنْ بَنِیْ ہَاشِمٍ (رواہ مسلم)

یعنی حضور نے فرمایا اللہ تعالے نے اسماعیل کی اولاد سے کنانہ کو چن لیا اور کنانہ سے قریش کو اور قریش سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم سے مجھ کو

ع۲

بِشَارَۃُ عِیْسٰی وَالَّذِیْ عَنْہُ عَبَّرُوْا
بِشِدَّۃِ بَاْسٍ بِالضَّحُوْکِ الْمُحَارِبِ

حل مشکل الفاظ:۔ ضحوک یا ضحاک ایک بادشاہ کا نام ہے جو کثرت فتوحات سے مشہور تھا اور اب اس کے ساتھ کثرت فتوحات کی مثال دی جاتی ہے۔ المحارب۔ جنگجو

ترجمہ:۔ حضور کریم صلی اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم حضرت عیسیٰ کی بشارت ہیں جیسے قرآن پاک میں موجود ہے۔ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗ اَحْمَدُ اور حضور کو

پہلے پیغمبروں نے شدت جنگ کی وجہ سے جنگجو صولک کے ساتھ تعبیر کیا۔

۳ وَمَنْ اَخْبَرُوا عنہ بان لیس خلقہ
بفظٍّ وفی الاسواق لیس بصاخب ۱۰

مشکل الفاظ :- فظ :- سخت ۔ صاخب :- شور مچانے والا

ترجمہ :- حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ رسول ہیں ۔ جن کے متعلق پہلے انبیاء نے یہ خبر دی تھی کہ آپ کا خلق سخت نہیں ہے اور آپ بازاروں میں شور و غوغا کرنے والے نہیں ہیں اس شعر میں دارمی کی اس حدیث کی طرف اشارہ ہے کہ تورات میں حضور کی توصیف اس طرح بیان کی گئی لَیْسَ بفظٍّ ولا غلیظٍ ولا صخّابٍ فی الاسواق ۔ کہ آپ نہ تو درشت خو ہیں اور نہ سخت دل ہیں اور نہ بازاروں میں چلانے والے ہیں ۔

۴ دعوۃ ابراھیم عند بنائہ
بمکۃ بیتاً فیہ نیل الرغائب

مشکل الفاظ :- رغائب ۔ واحد رغیبہ عطائے لبیار ۔ بڑی بخشش

ترجمہ :- یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابراہیم کی وہ دعا ہیں جو آپ نے مکہ مکرمہ میں بیت اللہ شریف تعمیر کرتے وقت مانگی تھی اور اس بیت اللہ شریف میں بڑی بڑی نعمتوں کا حصول ہے ۔ اور اس شعر میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرَاھِیْمُ الْقَوَاعِدَ الآیۃ

فصل چہارم

اس میں دوسری قسم کے نبوت کے دلائل موجود ہیں اور وہ حضور کی عادات حمیدہ اور اخلاق کریمہ میں غور و فکر کرنا ہے کہ مجموعی حیثیت سے یہ صفات بجز پیغمبر کے کسی اور میں قطعاً نہیں پائی جاتیں ۔ اگرچہ ان میں علیحدہ علیحدہ کوئی صفت کسی غیر نبی میں بھی پائی جائے ۔ مثلاً تمام اعضائے جسمانی کا موزوں ہونا ۔ زبان کا فصیح ہونا ۔ اور لوگوں کو نفع پہنچانا اس کے علاوہ سخاوت، بلند ہمتی شجاعت، عفو، حلم زھد والی غیر ذلک

۵ جمیلُ المحیّا ابیض الوجہ ربعۃ
جلیلٌ کَرادیسٍ ازجّ الحواجب ۱۰

مشکل الفاظ :- محیّا : چہرہ ۔ ربعۃ : میانہ قد جو نہ لمبا ہو اور نہ چھوٹا ۔ کرادیس واحد کردوس ؛

ہڈیوں کے سرے ۔ اَزَج = باریک اور لمبے ۔ حواجب واحد حاجب ۔ ابرو

ترجمہ:۔ حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک بہت ہی خوبصورت اور سفید ہے۔ حضور کا قد مبارک میانہ جسم مبارک کی ہڈیوں کے سرے پر گوشت اور مضبوط ہیں۔ حضور کے ابرو مبارک باریک اور طویل ہیں۔

۲۔ صَبِیْحٌ مَلِیْحٌ اَدْعَجُ الْعَیْنِ اَشْکَلُ
فَصِیْحٌ لَہُ الْاَعْجَامُ لَیْسَ لِشَائِبِ

حل مشکل الفاظ: ادعج ۔ آنکھوں کی شدید سیاہی۔ اشکل ؛ وہ آنکھ جس کے سفید حصہ میں سرخ ڈورے ہوں۔ اعجام : گونگا ہونا۔

ترجمہ:۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حسن میں ملاحت ہے۔ حضور کی چشم نرگسیں سخت سیاہ ہیں۔ اور آنکھوں کے سفید حصہ میں سرخ ڈوروں کی آمیزش ہے۔ حضور ایسے فصیح ہیں جن میں عجمیت کی کوئی ملاوٹ نہیں۔

۳۔ وَاَحْسَنُ خَلْقِ اللّٰہِ خَلْقًا وَخِلْقَۃً
وَاَنْفَعُھُمْ لِلنَّاسِ عِنْدَ النَّوَائِبِ

ترجمہ:۔ حضور اپنے خلق اور اپنی صورت کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی سب مخلوق سے زیادہ حسین۔ اور مصائب و آلام کی گھڑیوں میں تمام لوگوں کے لئے سب سے زیادہ نفع رساں ہیں۔

۴۔ وَاَجْوَدِ خَلْقِ اللّٰہِ صَدْرًا وَنَائِلًا
وَاَبْسَطُھُمْ کَفًّا عَلٰی کُلِّ طَالِبِ

حل مشکل الفاظ:۔ نائل نیل سے ہے جس کا معنی پانا ہے۔ نائل اگرچہ اسم فاعل ہے لیکن اسم مفعول کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے یعنی وہ جو چیز بخشی جائے۔ اسی طرح عیشۃ راضیۃ میں راضیۃ اسم فاعل اور مرضیۃ اسم مفعول کے معنوں میں مستعمل ہے۔

ترجمہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے سینے مبارک اور عطا و بخشش کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق سے زیادہ سخی ہیں۔ اور ہر سائل کے لئے تمام لوگوں سے زیادہ اپنی ہتھیلی کو کھولنے والے ہیں۔

۵۔ وَاَعْظَمُھُمْ لِلْمَعَالِیْ نَھُوْمَۃً
اِلَی الْمَعْدِ سَامٍ لِلْعَظَائِمِ خَاطِبِ

حلِ مشکل الفاظ:- حُرٌّ: آزاد جوانمرد۔ معالی مفرد معالات: قدر و منزلت کی بلندی
نفوض: اٹھنا۔ ساہد: بلند ہونے والا۔ خاطب: خواہشمند

ترجمہ:- حضور کا گھر دراصل محض قرب الٰہی کے بلند درجات تک پہنچنے کے لئے ہوتا ہے۔ حضور ہمیشہ مجد و شرف کی رفعتوں تک رسائی حاصل کرنے کے لئے کمربستہ ہوتے ہیں۔ اور بارگاہِ ربّ العزت میں اعلیٰ مراتب کے خواستگار رہیں۔

۶ تَرٰی اَشْجَعَ الْفُرْسَانِ لَاذَ بِظَهْرِهٖ
اِذَا احْمَرَّ بَاْسٌ فِیْ بَئِیْسِ الْمَوَاجِبِ

حل مشکل الفاظ:- لاذ۔ پناہ لینا۔ احمر باس: لڑائی کا شدت اختیار کرنا۔ مواجب: گرنے کی جگہ میدان کارزار۔

ترجمہ:- حضور فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بہادری اور شجاعت کا یہ عالم ہے کہ بڑے بڑے شہسوار میدانِ کارزار میں جب لڑائی شدت اختیار کر لیتی ہے تو حضور کی پشت پناہی میں آجاتے ہیں۔

۷ وَاٰذَاهُ قَوْمٌ مِنْ سَفَاهَةِ عَقْلِهِمْ
وَلَمْ یَذْهَبُوْا مِنْ دِیْنِهٖ بِمَذَاهِبِ

ترجمہ کفار کی جماعت نے اپنی نادانی اور کوتاہ فہمی کی وجہ سے حضور کو ہر طرح سے ستایا اور حضور کے دین حنیف کے راستوں کو اختیار نہ کیا۔

۸ فَمَا زَالَ یَدْعُوْا رَبَّهٗ لِهُدَاهُمْ
وَاِنْ کَانَ قَدْ قَاسٰی اَشَدَّ الْمَتَاعِبِ

مشکل الفاظ:- قاسیٰ: تکلیف برداشت کرنا۔ اشد المتاعب: سخت مشقتیں

ترجمہ:- اگرچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کفار سے ہر طرح کی تکلیفیں برداشت کرتے رہے تاہم بارگاہ الٰہی میں ان کی ہدایت کے لئے دست بدعا رہے۔

ان دو شعروں میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ کافر حضور پر پتھر برسا رہے تھے اور حضور ان کے لئے دعا مانگ رہے تھے۔ اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ

۹ وَمَا زَالَ یَعْفُوْا وَدَرًا عَنْ مُسِیْئِهِمْ
کَمَا کَانَ یَبْنِیْ عِنْدَ جَبْذَةِ جَاذِبٍ

حل مشکل الفاظ :- مُبِیْنٌ : برائی کرنے والا۔ جَبْذَۃٌ : کھینچنا اور کہا گیا ہے کہ یہ جذب سے مقلوب ہے۔

ترجمہ :- حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم قدرت و اختیار کے باوجود بدی کرنے والوں سے درگذر فرماتے رہے۔ جس طرح اعرابی نے جب زور سے چادر کو کھینچ کر تکلیف پہنچائی تھی تو حضور نے ناراض ہونے کے بجائے تبسم فرمایا اور کچھ عطا فرما دیا۔

۱۰
وَمَا زَالَ طُوْلَ الْعُمْرِ لِلّٰہِ مُعْرِضًا
عَنِ الْبَسْطِ فِی الدُّنْیَا وَعَیْشِ الْمَوَازِبِ

حل مشکل الفاظ :- مواذب مفرد مرزبان : بہادر شہ سوار، قوم کا رئیس جو بادشاہ سے کم درجہ پر ہو۔ یہ لفظ فارسی سے معرب ہے۔

ترجمہ :- حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم کی رضا جوئی کیلئے عمر بھر دنیا کے عیش و آرام اور امیروں کی عشرت کوشیوں سے الگ تھلگ رہے۔

۱۱
بَدِیْعُ کَمَالٍ فِی الْمَعَانِیْ فَلَا امْرُءٌ
یَکُوْنُ لَہٗ مِثْلًا وَّلَا بِمُقَارِبِ

ترجمہ :- تمام صفات میں حضور کا کمال بے مثال ہے۔ کوئی آدمی بھی حضور کے مثل تو کجا قریب بھی نہیں ہو سکتا۔

این آخر فصل رابع است و بدیع کمال دلالت میکند بر انتہائے این کلام و بمنزلہ نتیجہ است آنرا۔[1]

شاہ صاحب کے عام حالات[2]

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ نے آپ کے والد ماجد کو خواب میں بشارت دی کہ تجھکو فرزند ہوگا۔ اور اس کا نام میرا نام رکھنا۔ اس واسطے آپ کا نام قطب بھی رکھا۔ تاریخی نام "عظیم الدین" ہے۔ سن تمیز کے بعد آپ نے تمام علوم اپنے پدر بزرگوار اور مولانا حاجی محمد افضل سیالکوٹی سے حاصل کیا۔ معمول تھا کہ آپ سبق پڑھاتے وقت رو بقبلہ دو زانو مؤدب بیٹھتے تھے اور ہر روز عادت تھی کہ صبح کو غسل کرکے نیا یا دھلا ہوا لباس پہنتے تھے۔ نظافت کو دوست رکھتے تھے۔ اور اپنے والد ماجد سے آپنے بیعت طریقت کی۔ تمام فیوض باطنی اور اشغال مذکورہ اور جمیع آداب طریقت ان سے سیکھا۔ پدر والا قدر نے اپنی آخیر عمر میں ان کو اجازت تلقین و بیعت و صحبت

---

[1] نقل از ضیائے حرم۔ [2] یہ حالات "مقالات طریقت" سے لئے گئے ہیں

وتوجہ سرفراز فرمائی۔ اور فرمایا۔ یَدُ کَیَدِیْ ان کی رحلت کے وقت آپ کی عمر سولہ برس چھ مہینے تھی اور آپ مزار پر انوار پدر بزرگوار پر اکثر اوقات مُراقب رہتے تھے (ف) مزار پر مراقبہ کا طریقہ اہلسنت کو نصیب ہے۔ وہابیہ دیوبندیہ کو یہ کب نصیب اور شاہ صاحب کی وراثت اہلسنت کو حاصل ہے نہ کہ وہابیہ دیوبندیہ کو۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالے فرماتے ہیں کہ "آیۃٌ من آیات اللہ ومعجزۃ للنبی الکریم صلے اللہ علیہ وسلم"

ایک بزرگ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور اس محفل میں حضرت شاہ صاحب بھی حاضر تھے اس بزرگ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کی یارسول اللہ یہ آپ کا فرزند بڑا سعادتمند ہے آپ نے فرمایا اپنی زبان اقدس سے فرمایا ہاں یہ میرا ولد بڑا صالح ہے۔ اور ایک انار میٹھا کر شاہ ولی اللہ صاحب کو کھلایا۔ علی الصبح کسی نے شاہ صاحب کو دیکھا کہ ریش مبارک پر کچھ انار کے دانے موجود ہیں۔ اس نے پوچھا کہ حضرت یہ انار کے دانے کیسے ہیں۔ آپ نے کہا کہ اسی شب کو مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انار کھلایا تھا۔ اور مجھے انوار غیبی بھی عنایت فرمائے۔

شاہ ولی اللہ صاحب کو اپنی اولاد کو تعلیم وتکمیل کی طرف توجہ اکمل تھی۔ ابھی اسی کام سے فراغت حاصل نہ ہوئی تھی کہ اجل موعود پہونچی چالیس سال (۴۰) تک عالم بعد نسخ میں اس عالم دنیا کی طرف متوجہ رہے، اور اپنی اولاد کی تعلیم وتربیت میں مصروف رہے شاہ صاحب کے وصال کے بعد حضرت مظہر مرزا جانجاں علیہ الرحمۃ زندہ تھے۔ آپ کو شاہ صاحب کی اس توجہ دنیوی سے افسوس گذرا۔ شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ افسوس کا کیا معنے جبکہ وہ اپنی اولاد کی تکمیل کیلئے متوجہ ہیں۔

شاہ عبدالعزیز صاحب کو مدارج علیہ باطنہ میں ایک مقام پیش آیا کہ اس سے گزرنا بجز ہدایت کامل مرشد ممکن نہ تھا آخر شاہ صاحب کی ہدایت کیلئے اپنے عرس کے دن مجلس عرس میں مولوی محمد صدیقی (مولوی نور اللہ خسر شاہ عبدالعزیز صاحب کے برادر زادے) پر ایک حالت طاری ہوئی زبان سے کہتے تھے کہ میں شاہ ولی اللہ ہوں حرکات سکنات تمام شاہ ولی اللہ جیسے معلوم ہونے لگے لوگوں نے جنون پر محمول کیا لیکن شاہ عبدالعزیز صاحب اس راز کو سمجھ گئے قریب جاکر کہا اگر آپ واقعی شاہ ولی اللہ صاحب ہیں تو میرے بعض مشکلات ہیں وہ حل کیجئے چنانچہ ایسی حالت طاری ہوئی کہ وہ

تمام عقدے حل ہو گئے جو سوائے شاہ ولی اللہ صاحب کے کوئی حل نہ کر سکتا تھا۔ اس کے بعد مولوی محمد صفی صاحب سے پوچھا گیا تو لاعلمی کا اظہار کیا (یہ تمام حالات "مقالات طریقت" سے لیے گئے ہیں۔ م)

(ف) اس سے ایک بات تو اعراس کے ثبوت کی ملی جس سے وہابی۔ دیوبندی چڑتے تھے دوسرا بعد وصال اولیاء اللہ سے مشکلات حل کرنے کا مسئلہ بھی حل ہو گیا۔ تیسرا اولیاء اللہ کا بعد وصال مختلف حالات میں بدلکر آجانے کا مسئلہ واضح ہو گیا۔ مزید تفصیل فقیر کی کتاب "ولی اللہ کی پرواز" ملاحظہ ہو۔

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں مجھے حضور رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے تین چیزوں پر مجبور فرمایا۔ "اول تو مذاہب اربعہ (فقہ حنفی شافعی حنبلی مالکی) سے خارج ہونے کو منع فرمایا (غیر مقلدین شاہ صاحب کے اس قول کو غور سے پڑھیں) دوسرے حضرت علی کو صحابہ سے افضل جاننے سے جی چاہتا تھا اس سے روکا اور افضلیت شیخین پر مجبور کیا۔ تیسرے ترک اسباب میری اصلی خواہش تھی مگر حضور علیہ السلام نے تثبیت الاسباب پر مجبور فرمایا پس اسباب ظاہرہ کو اختیار کرنا سنت ہے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کہیں سے ایک فتویٰ جناب شاہ عبدالرحیم صاحب کی خدمت میں آیا۔ جسے ہندوستان اور دیگر بلاد کے مشہور و نامور علماء نے واپس کر دیا تھا کیونکہ زیادہ پیچیدگی کے سبب سے اس کا نفس مطلب بالکل کسی کی سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ شیخ عبدالرحیم صاحب کے طلبہ کے حلقے میں ایک نہایت مستعد اور ذکی طالب علم تھا جو حدیث و فقہ اور دیگر علوم کی کتابیں نکال چکا تھا اور جس کی ذہانت و طباعی تمام لوگوں میں مشہور تھی۔ شیخ عبدالرحیم صاحب اس کی طبع سلیم اور ذہن رسا کی تعریف کیا کرتے تھے اور تمام منتہی طلبہ کے حلقے میں ممتاز و مستثنٰی جانتے تھے۔ الغرض شیخ صاحب نے اس فتویٰ کو اس طالب العلم کے سپرد کیا اور فرمایا کہ یہ فتویٰ تمہارے سپرد کیا جاتا ہے احکام شریعت کے مطابق اس کا فیصلہ کرو اور ایسا فیصلہ لکھو کہ فریقین میں سے کسی کو شکایت کا موقعہ باقی نہ رہے اور باہمی رضامندی سے یہ معاملہ طے ہو جائے چنانچہ وہ طالب علم فتویٰ لے گیا اور کامل ایک مہینے تک برابر اس پر غور کرتا رہا۔ لیکن ہنوز کوئی بات اس کی سمجھ میں نہیں آئی۔ انجام کار مجبوری شیخ صاحب کو اطلاع دی کہ یہ معاملہ ایسا اہم اور پیچیدہ ہے کہ مجھے امید نہیں تھی کہ آپ کے سوا کوئی فقیہانہ طے کر سکے۔ جناب شاہ ولی اللہ صاحب اسی وقت سولہ سال کی عمر رکھتے تھے اور ابھی علوم و فنون کی تکمیل نہ ہوئی تھی جس وقت اس طالب علم نے فتویٰ واپس

کر دیا تو شیخ عبدالرحیم صاحب نے وہ فتوےٰ اپنے فرزند رشید کے سپرد کر دیا۔ اور فرمایا مجھے امید ہے کہ اس کا فیصلہ تمہارے ہاتھ سے ہو جائیگا۔ شاہ صاحب نے فوراً وہ فتوےٰ لیا اور گھر جا کر اس کا جواب لکھا اور الیاس ثانی لکھا ہے سن کر شیخ عبدالرحیم صاحب مع طلبہ خوش ہوئے جسے تمام علماء نے تسلیم کیا۔ (کذا فی حیات ولی)

(ف) واقعی شاہ صاحب کی یہ ذہانت قابل تحسین و آفرین ہے لیکن اعلیحضرت امام اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہ کا معاملہ مزید براں کہ آپ پونے چودہ سال کی عمر میں جمیع علوم و فنون سے فارغ ہو گئے اور آپ کا تاریخی فتویٰ پہلا وہ تھا جس سے ہندوستان کے بڑے مفتی حضرت مولانا شاہ ارشاد حسین رامپوری رحمۃ اللہ علیہ کو رجوع کرنا پڑا تفصیل فقیر کی کتاب "تذکرہ علمائے اہلسنت" میں دیکھیے۔

شاہ صاحب میں ضبط اتنا کہ آپ کو خارش کی بیماری تھی لیکن بوجہ ادب رات کو کھجلاتے دیکھو کسی نے آپ کو کھجلاتے ہوئے نہ دیکھا۔

کسی نے شاہ عبدالقادر سے پوچھا کہ انگریزیہ کی عملداری کب تک رہے گی۔ آپ نے فرمایا والد ماجد نے فرمایا جب نہر فیض میں پانی جاری ہو گیا۔ اس دن دہلی میں ہتھیار چلے گا۔ چنانچہ ایسے ہوا کہ انگریزوں نے نہر کی درستی کر کے ۱۶۔ رمضان ۱۲۷۳ھ بروز دوشنبہ بوقت صبح نہر میں پانی چھوڑا اسی دن دس گھنٹہ ہتھیار چلا اور وہی غدر کی ابتدا تھی۔

تذکرۂ اولاد شاہ صاحب

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی اولاد کے اکثر حالات فقیر نے کتاب "تذکرہ علمائے اہلسنت" میں ملاحظہ فرمائیں۔ بقدر ضرورت چند ایک کے حالات مختصراً عرض کئے دیتا ہوں آپ کے پانچ صاحبزادے تھے (۱) حضرت مولانا محمد (۲) حضرت شاہ عبدالعزیز (۳) حضرت شاہ رفیع الدین (۴) حضرت شاہ عبدالقادر (۵) حضرت شاہ عبدالغنی رحمہم اللہ تعالیٰ۔ اول الذکر بزرگ ایک ماں سے دوسرے حضرات دوسری ماں سے پیدا ہوئے تفصیل ذیل ہے۔

(۱) شاہ ولی اللہ صاحب نے پہلے اپنے ماموں زادی سے نکاح کیا اس سے مولوی محمد رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے۔ اور آپ بڑے ولی کامل تھے۔ آپ پر جذب بہت غالب تھا۔ مولوی نصر اللہ خان خورجوی کہتے ہیں ایک وقت مولوی محمد صاحب پرانی دہلی میں چلے جاتے تھے

ایک مجذوب برہنہ پر نظر پڑی آپ ان کو بے ستر دیکھ کر چیں بجبیں ہو۔ شہ۔

اس مجذوب نے کہا کہ آج میرا جی کسی بڑے مولوی پر سوار ہونا چاہتا ہے۔ آپ نے کہا کہ میرا جی کسی بڑے فقیر کا گوشت کھانا چاہتا ہے۔ مجذوب صاحب نے کہا اے مولوی یہ کیا کہتا ہے۔ آدمی کا گوشت نہیں چہ جائیکہ فقیر کا۔ آپ نے کہا اے فقیر یہ کیا کہتا ہے آدمی پر سوار ہونا کب درست ہے چہ جائیکہ مولوی پر مجذوب نے کہا میری مراد سوار ہونے سے اس کو فیض دینا ہے۔ مولوی صاحب نے کہا کہ میرا مطلب گوشت کھانے سے فیض لینا ہے۔ تو مجذوب صاحب نے کہا بسم اللہ آئیے آپ نزدیک گئے یہ شعر اس مجذوب نے آپ کو سنایا۔

کارے نساختیم مریدان گرفت صبح
اوجی چراغ خانہ بران نہ سوختیم

(ف) اوجی ایک شاعر کا تخلص ہے۔ اسی وقت آپ کو جذب ہوا انتہا تک غالب رہا۔ مزار آپکا مع دونوں فرزندوں کے بوڈھانہ کی مسجد میں واقع ہے (کذا فی مقالات طریقت)

(ف) بڈھانہ ضلع میرٹھ میں ایک ہے۔ میرٹھ سے اٹھارہ کوس دور ہے۔ مولوی محمد مرحوم کی والدہ کے انتقال کے بعد مسماۃ بی بی ارادہ دختر سید ثناء اللہ ساکن قصبہ سونیت (قصبہ ہے دہلی سے مغرب کی جانب بیس کوس دور ہے) سے نکاح کیا اور وہ چار نامدار فرزند پیدا ہوئے۔

(۱) حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کے حالات طویل ہیں ان کے بعد کو لکھے جائیں گے۔

(۲) حضرت شاہ رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ تعالے

آپ ہنود کے قصے کے سبب رام پور تشریف لیگئے وہاں کے بزرگوں نے بطور امتحان سوالات کرنے شروع کئے آپ نے فرمایا سوالات رکھ جاؤ کل جواب دوں گا۔ چنانچہ ان کے ایسے جوابات لکھے کہ سبکو بجز اعتراف کے چارۂ کار نہ ہوا۔ وہاں کے طلباء و علماء کو شک ہوا۔ اس فکر میں پڑے کہ کسی طرح ان کو لاجواب کیا جائے۔ ایک طالب علم نے شعرائے جاہلیت کے نو سو شعر کا ایک قصیدہ یوں لکھا ہے کہ کسی شعر کا پہلا مصرعہ کسی کا دوسرا اور وہ آپ کی خدمت میں لایا اور عرض کیا کہ آپ اسے پورا کردیں۔ آپ نے فرمایا کل لے جانا چنانچہ آپنے سالم قصیدہ کے اشعار پورے کر کے لکھ دیئے۔ کل وہ طالب علم آیا جواب دیکھ کر حیران ہوا۔ اور کہا یہ تو آپ کی عجیب کرامت ہے۔ آپ نے فرمایا یہ کرامت نہیں مجھے اس قصیدہ کے علاوہ نو سو قصیدے اور یاد ہیں، جو سب کے سب شعرائے جاہلیت کے ہیں۔

(۱) ان کے یاد کرنے کا سبب یوں ہوا کہ میں نے تفسیر جلالین اپنے بزرگ شاہ عبدالعزیز کے ہاں شروع

کی آپ نے فرمایا کہ تفسیر پڑھنے کا لطف تب ہے جبکہ ان شعرائے عرب کے اشعار یاد ہوں۔ جنکے معارضہ میں یہ کلام الٰہی نازل ہوا ہے۔

میں نے ان کے حکم سے اتنا طویل قصائد و خطبات شعرائے عرب زمانۂ جاہلیت مثلاً امرأالقیس وغیرہ کے یاد کیے۔

آپ کو بیعت طریقت مولوی شاہ محمد عاشق پھلتی سے تھی۔ شاہ رفیع الدین باوجود علوم ظاہری کے کمالات کے درویشی میں ایسا علو تھا کہ دوسرے کو کم ہوگا۔ کسی مجذوب سے بھی آپ کو فیض حاصل تھا اسی واسطے قوت باطن بہت قوی رکھتے تھے۔ سخاوت و شجاعت میں یکتائے عصر و فرید الدہر تھے

آپ کے چھ فرزند تھے۔

(۱) مولوی محمد عیسٰی (۲) مولوی مصطفٰے (۳) مولوی مخصوص اللہ (۴) مولوی محمد حسین (۵) مولوی موسٰی (۶) مولوی محمد حسن (اور چند صاحبزادیاں)

نظم و نثر میں یکتائے روزگار تھے مصنفات بھی بہت ہیں۔ ایک رسالہ معراج اور ایک تحقیق الوان میں ان کے علاوہ اور بھی مشہور ہیں۔ ترجمہ قرآن تحت لفظی بعض حضرات فرماتے ہیں کہ آپ نے ترجمہ شروع کیا۔ مگر ناتمام رہا۔ دوسروں نے تمام کرکے آپ کے نام سے شہرت دی۔ اور یہ ترجمہ عبدالحی دہلوی کا ہے جو وہابیوں دیوبندیوں کا ایک ستون ہے

منجملہ اولاد شاہ رفیع الدین صاحب قدس سرہ جناب معلٰی القاب مولانا و بالفضل اولٰنا مولوی مخصوص اللہ صاحب قدس سرہ بڑے صاحب کمال علوم ظاہری و باطن میں بے مثال تھے۔ کذا قال مصنف مقالات طریقت۔

شاہ رفیع الدین ۵ شوال ۱۲۳۳ھ شہر دہلی میں فوت ہوئے

(۳) حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۰۵ھ میں آپ نے کلام الٰہی کا ترجمہ مسمی "موضح القرآن" لکھا۔ روایہی اسکی تاریخ بھی ہے۔ لیکن صحیح نکلنے کے چھاپے کا ہے

آپ کم و بیش تیس سال اکبر آبادی مسجد کے حجرے میں قیام پذیر رہے آپ کے خاندان کی تدریس اسی طرح دوسرے فضلاء کی وہیں جاری تھی۔ بعد نماز اشراق تا چاشت چار سبق اور بعد ظہر تین سبق پڑھایا کرتے۔ بعد عصر تشریف فرما رہتے جو کوئی آتا مستفیض ہوتا۔ کثرت خلائق از حد رہتی تھی آپ کسی کو ادھر ادھر بیٹھنے کا حکم نہ فرماتے۔ مستجاب۔ اللہ لوگوں کے دلوں پر ایسا رعب چھایا پڑا ہوا

کو رؤسائے شہر بوجہ ادب دور دور بیٹھے رہتے۔ جب تک آپ ان سے ہمکلام نہ ہوتے بات نہ کر سکتے۔ پھر ایک دو بات کر کے خاموش ہو جاتے۔ ایکسال انتقال سے قبل آپنے موقوف کر دیئے تھے اور عادت تھی کہ ہفتے میں ایک روز یعنی بروز بدھ حضرت شاہ عبدالعزیز اور اپنی دختر اور دوسرے عزیزوں کی ملاقات کیلئے اکبر آبادی مسجد سے مکان کو تشریف لاتے۔ شاہ عبدالعزیز چونکہ آپکے استاذ اور بڑے بھائی تھے ان کی خدمت میں جاکر یوں عرض کرتے (دست لبستہ سلام عرض کرتے ہیں)

آپ کو بیعت طریقت جناب شاہ عبدالعدل دہلوی سے تھی۔ جنکا مزار حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کے احاطے میں ہے۔ آپکے کرامات بہت ہیں۔ تریسٹھ سال کی عمر میں سنہ ۱۲۳۰ھ میں آپ کا وصال ہوا از ص۱۸ تا ص۲۲

آپ کی ایک صاحبزادی تھی جنکا نکاح مولوی مصطفیٰ بن شاہ رفیع الدین سے ہوا۔ اُن سے ایک لڑکی ہوئی جنکا نکاح اسماعیل قتیل سے ہوا۔ اس سے ایک لڑکا ہوا۔ ان کا نام "محمد عمر" ہوا۔ اور وہ لاولد ہو کر فوت ہوئے۔

مگر وہ بڑے صاحب تصرف اور ذی کمال تھے۔ حافظ قاری کریم بخش دہلوی فرماتے ہیں مجھے تین روپے ضرورت تھے میں اس ارادہ پر مولوی محمد عمر صاحب کے مکان پر گیا کہ ان سے قرض لوں گا یا شمائل ترمذی انہیں بیچ دوں گا۔ مکان میں لوگ بہت تھے کہنے کا موقعہ نہ ملا۔ واپس گھر چلا آیا۔ دوپہر کے وقت میرے ہاں تشریف لائے اور فرمایا شمائل ترمذی جبنی ہے تو مجھے دے دو۔ میں نے تین روپے لیکر کتاب اُن کو دے دی سنہ ۱۲۶۸ھ میں فوت ہوئے۔ مومن خان نے تاریخ لکھی ہے

محمد عمر کا ہوا انتقال۔ بزرگ ایسے ہوتے ہیں پیدا کہاں
مجھے تاریخ کا تھا خیال۔ کہ سب نے کہا مرگ شیخ زماں

مقالات طریقت ص۲۱-۲۲

شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی

لقب ملاءاعلیٰ "حجۃ اللہ" دراز قد لاغر اندام گندم رنگ کلاں چشم وصاف جسم تھے گرداگرد چہرے کے لحیہ مبارک خوشنما باعتدال تھی اکثر جبہ اس کے تلے انگرکھا اور پاجامہ شرعی

دستار کشمشی کلاہ رومال بینی پاک نیلا اور پاپوشی نری روہاتھ میں عصائے سبز رکھتے تھے مزاج میں نہایت خوشطبعی اور ہر ایک بات کا مذاق تھا۔

شب جمعہ ۲۵ ررمضان ۱۲۵۹ھ میں پیدا ہوئے تاریخی نام غلام حلیم ہے ختم شب قدر کو کرتے اور اسی رات شیرنی تقسیم کرتے۔

جب شاہ ولی اللہ صاحب فوت ہوئے تو آپ کی عمر سولہ ۱۶ سالی کی تھی۔

فاتحہ سوم شاہ ولی اللہ صاحب۔ خان دوران خان کے محل کلاں میں ہوا۔ رسم دستار بندی میں تین چار پیچ مولانا فخرالدین صاحب نے آپ کے سر مبارک پر باندھے (ف) اس سے وہابی دیوبندی عبرت پکڑیں جبکہ ان کے نزدیک سوم چہلم وغیرہ حرام ہے۔ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ اور ان کے خانداں پر کیا فتویٰ۔

آپ نے علوم ظاہر و باطنی علوم اپنے والد سے پڑھے مولوی محمد عاشق پھلتی سے بتی تکمیل کی بابا فضل اللہ کشمیری تلمیذ شاہ ولی اللہ سے بعض کتب حدیث کی سند لی اور علم فقہ اپنے خسر مولوی نور اللہ سے پڑھا۔ اکثر فیوض ظاہر و باطن اپنے والد کے مزار سے حاصل کرتے تھوڑے وقت ان کی قبر شریف پر مراقب رہتے تھے کوئی علم و فن ایسا نہ تھا جس میں آپ کو دستگاہ کامل نہ ہو۔

علم موسیقی میں ملکہ راسخ تھا کہ استادانِ فن زانوئے ادب نہ کرتے۔ فیض باطن حضرت علی المرتضےٰ سے بھی پایا۔ اور خواب میں ان سے بیعت بھی کی انہوں نے فرمایا کہ ایک شخص فلاں نام فلاں بستی کا رہنے والا پشتو زبان میں ہمارے مذہب کی تردید کی ہے وہ کتاب پشتو زبان میں ہے اس کی کتاب تلاش کرلی اور اسی کی تردید پشتو زبان میں کی۔ اور شائع ہوئی۔ اور خواب کی کیفیت جامع مسجد دہلی میں لکھ کر لگادی۔ تدریس کا یہ حال تھا کہ ہندوستان وغیرہ میں کوئی عالم کم نکلے گا جس کو حضرت سے واسطہ نہ ہو۔ کہتے ہیں کہ بدایون کے عالم نے حدیث شریف پڑھنے کا ارادہ کیا مگر اس کو نادانی سے یہ خیال آیا کہ اس شخص سے پڑھے کہ جس کے سلسلے میں شاہ عبدالعزیز نہ ہوں، تمام ہندوستان پھرتے پھرتے حیران ہوا۔ جہاں گیا وہاں حضرت ہی کا فیض پایا۔ کوئی ایک واسطے سے کوئی دو واسطے سے تین واسطے سے حضرت کے شاگرد نکلے۔ اس کے باوجود مستقل طور آپ نے صرف چار پانچ حضرات کو پڑھایا۔ باقی بطور تبرک کچھ نہ کچھ پڑھتے تھے۔

وعظ میں ہزار ہا آدمی آتے تھے۔ اور یہ کرامت تھی کہ قریب و دور کے لوگ برابر سنتے تھے۔

تصانیف

تفسیر عزیزی۔ تحفہ اثنا عشریہ۔ سر الشہادتین۔ بستان المحدثین۔ عجالہ نافعہ، حواشی قول الجمیل۔ ان کے علاوہ معانی میں ایک رسالہ اور صدرا و میر زاہد پر بھی حواشی ہیں۔

تفسیر عزیزی نا تمام اسی اس کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خواب میں فرمایا کہ تم تفسیر لکھنا موقوف رکھو ورنہ تمام مفسروں کی محنت بے فائدہ ہوگی اس کا تکملہ آپکے شاگرد مولوی حیدر علی نے کیا۔ جو ستائیس جلدوں میں ہے جو بیگم بھوپال کے پاس ہے۔ مصنف نے دیکھا ہے لیکن اصل کہاں نقل کیا۔

تحفہ اثنا عشریہ جب چھپکر شہرت پائی تو نواب کلکتہ نے ایران بھیجی تاکہ اس کی تردید کریں لیکن تمام ایرانی علماء نے یہ کہکر ٹال دیا کہ مصنف نے جن کتابوں کے حوالے دیے ہیں وہ اب ہمارے ہاں نہیں۔

آپ کے فتاویٰ و مکاتیب ہزارہا ہیں۔ جمع ہوتے تو بڑے دفتر بھر جاتے۔

آپ سے نظم و نثر بھی بہت یادگار ہیں نثر کا ایک بیت ایک قطعہ لکھا جاتا ہے۔

محمد وابا تو نسبتے است درست　　بر در ہر کہ رفت بردا شت

قطعہ

یا صاحب الجمال و یا سید البشر
من وجہک المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقہ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

باقی حالات فقیر کی کتاب "تذکرہ" میں دیکھیے۔

شاہ صاحب کے چوتھے صاحبزادے شاہ عبدالغنی صاحب کے حالات دستیاب نہیں ہوئے جتنا دستیاب ہوئے ہیں وہ تذکرہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

(تنبیہ) بعض لوگ شاہ عبدالغنی بن شاہ احمد سعید دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کو شاہ عبدالغنی بن شاہ ولی اللہ تصور کرکے بڑی غلطیاں کھا جاتے ہیں۔

وفات شاہ عبدالعزیز

آپ کثیر الامراض اور قلیل الغذاء تھے جب وقت قریب آیا تو چند روز سے غذا ترک کی مرض کی شدت تھی وعظ کا دن آیا آپ نے فرمایا مجھے پکڑے رہو جب بیان شروع کروں تو چھوڑ دینا۔ ویسا ہی کیا۔ وعظ فرمانے لگے ہزاروں آدمی جمع ہو گئے بعد ازاں اپنا تمام سامان ونقد از بار داعزہ میں تقسیم فرمایا۔ بعد ازاں کچھ اشعار عربی۔ فارسی پڑھے بہت شعر ایسے کہ ایک مصرع دوسرا اور ایک مصرعہ اپنا چنانچہ یہ شعر مشہور قدسی علیہ الرحمتہ کا ہے

روز قیامت چوں شود ہر کس بگیرد نامہ   من نیز حاضر می شوم تصویر جاناں در بغل

بجائے مصرعہ ثانی کے آپ نے فرمایا ہے

من نیز حاضر میشوم تفسیر قرآن در بغل

پھر فرمایا میرا کفن ایسے کپڑے کا ہو میں پہنے ہوں اور فرمایا کہ جنازے کی نماز شہر سے باہر ہو لیکن میرے جنازہ میں بادشاہ نہ آوے۔

۷۔ شوال بروز اتوار ۱۲۳۹ھ میں بوقت طلوع آفتاب آپ کا وصال ہوا جس جگہ آپ کو غسل دیا گیا وہ جگہ معطر ہوئی بہت لوگوں نے اُسے (بطور تبرک) اپنے گھر رکھا تھا بچپن بار آپ کی نماز جنازہ پڑھی گئی۔ جوق در جوق لوگ آتے جاتے تھے اور نماز پڑھتے جاتے تھے۔ پرانوار اپنے اعزہ واقارب شاہ عبدالرحیم شاہ ولی اللہ شاہ رفیع الدین شاہ عبدالقادر مولوی عبدالغنی مولوی مخصوص اللہ وغیرہم قدست اسرارہم کے ساتھ شاہجہان آباد کے بیرون دہلی دروازہ کی سمت مہدیوں کے قریب خوشی زور کے چھتے میں مدفون ہوئے۔

(کذا فی مقالات طریقت)

(اعجوبہ)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے یہ چار صاحبزادے علمی دنیا میں اعجوبۂ روزگار ہونے کے علاوہ ایک بات اور عجیب تر تھی کہ یہ بزرگ جس ترتیب سے پیدا ہوئے۔ اسی ترتیب سے معکوساً فوت ہوئے۔ مثلاً سب سے پہلے شاہ عبدالعزیز پیدا ہوئے اور سب سے آخر میں شاہ عبدالغنی لیکن وفات یوں ہوئی کہ سب سے پہلے شاہ عبدالغنی پھر شاہ عبدالقادر پھر شاہ رفیع الدین پھر شاہ عبدالعزیز رحمہم اللہ تعالیٰ۔

ہذا آخر ما رقمہ بقلم الفقیر القادری ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفر لہ دار العلوم جامعہ اویسیہ رضویہ بہاولپور

۱۹۔ محرم ۱۳۹۱ھ

حضرت شیخ الحدیث والتفسیر علامہ مفتی حافظ محمد فیض احمد صاحب اویسی مہتمم مدرسہ جامعہ اویسیہ رضویہ بہاول پور کی دیگر تصانیف

نعم الحامی شرح الشرح الجامی حصہ اول، و دوم: — مدارس عربیہ کے نصاب نحو کی مشہور کتاب شرح جامی کی اردو شرح ہے جس میں شرح جامی کا اردو ترجمہ، اور چالیس کتب سے اخذ کردہ اردو شرح۔ اصل متن عربی بھی ساتھ ہے۔ حصہ اول ۵ روپے۔ حصہ دوم ۵ روپے۔

التوضیح الکامل شرح شرح مائۃ عامل عکسی: — مدارس عربیہ کے نصاب نحو کی مشہور کتاب شرح مائۃ عامل کی اردو شرح ہے، کتاب مذکور کی ترکیب بھی لکھی گئی ہے۔ بہترین چھپائی، کاغذ سفید رنگین ٹائٹل۔ ساتھ ہی مشکل تراکیب نحو مع حل۔ قیمت صرف ۲ روپے۔

فیوض الرحمن ترجمہ اردو تفسیر روح البیان پارہ اول: — تفسیر روح البیان اہل سنت کے مسلک کی بہترین تفسیر ہے لیکن اہل علم کے سوا عوام اس سے مستفید نہیں ہو سکتے تھے، علامہ اویسی صاحب دام فیضہ نے اس کا اردو ترجمہ کر کے عوام کو استفادہ کا موقعہ دیا ہے۔ تفسیر سورۃ فاتحہ مع ربع اول از پارہ اول چھپ گیا ہے۔ قیمت ۵۰-۱ + تفسیر سورہ فاتحہ علیحدہ بھی مل سکتی ہے۔ قیمت ۷۵-۰

شرح حیوۃ الانبیاء للبیہقی عربی: — امام بیہقی کی شخصیت سے کون واقف نہیں آپ کی کتاب حیوۃ الانبیاء نایاب تھی۔ علامہ اویسی صاحب نے اس پر شرح عربی نہایت عرق ریزی کے ساتھ لکھی ہے جس میں حیوۃ الانبیاء کے علاوہ حاضر و ناظر علم غیب و دیگر ابحاث آ گئے ہیں۔ اس پر علامہ کاظمی صاحب کی تقریظ بھی ہے۔ قیمت ۰-۷۵

ذکر حبیب فی کذب عبد العزیز — قیمت ۶۲ پیسے

منزلیں (اشرق وسطی کی سیر معہ نقشہ) قیمت ۵۰ پیسے

قصیدہ غوثیہ (آنحضرت غوث بہاؤ الحق صاحب زکریا ملتانی کا)

ملنے کا پتہ

مکتبہ: اویسیہ رضویہ ملتان روڈ بہاولپور

[illegible] کی تصانیف اس پتہ پر بھی مل سکتی ہیں:- سعید بک ڈپو مچھلی بازار بہاولپور۔ + ناظم نشر و اشاعت محمد رمضان چشتی